واعلموا انما غنمتم فان للّٰہ خمسہ وللرسول ولذی
القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل

کتاب الخمس

مولفہ

ضیغم پاکستان، مفسر قرآن، سلطان الواعظین، قاضی شریعت حضرت علامہ

مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ لکھنوی مبلغ اسلام مدظلہ العالی

حسب فرمائش

اسلامیہ مشن میانوالی

فہرست کتاب الخمس

فہرست اسلامیہ مشن کی تصنیفات و تالیفات

شیعہ دینیات	حصہ اول	۴ر
" "	" دوم	۴ر
" "	" سوم	۶ر
" "	" چہارم	۸ر
" "	" پنجم	۱۲ر
[illegible] شیعہ	[illegible]	۸ر
العقد		۴ر
مقدس سیرت		۸ر
مسح رجلین		۳ر
اثبات الاعجاز		۴ر
وفاتِ عائشہ		عہ ر
وفاتِ عثمان		۴ر
اسلام اور امن		۱۰ر
ترجمہ قرآن مجید پ۱ و پ۲		عہ ر

ملنے کا پتہ:- دفتر اسلامیہ مشن۔ یوسفی منزل میانوالی

پیش لفظ

دورِ حال میں خمس و زکوٰۃ کے متعلق مختلف قسم کے مضامین کی اشاعت دیکھ کر مومنین کو قسم قسم کے شبہات پیدا ہو رہے تھے اور اپنی عقیدت یا محبت کی وجہ سے مجھ سے ان کی کثرت سے سوالات کئے جانے لگے کہ سب کو مفصل جوابات لکھنا ازبس دشوار تھا اور اگر جواب نہ دیا جاتا تو اندیشہ تھا کہ بہت سے برادرانِ ایمانی غلط فہمیوں کا شکار نہ ہو جائیں۔

اس لئے

حسبِ فرمائش اسلامیہ مشن میں نے یہ تہیہ کر لیا کہ اس موضوع پر ایک مختصر سا رسالہ تالیف کر کے پیش کر دوں تاکہ حضراتِ مومنین بھی مستفید ہو سکیں اور میں بھی ماجور و مثاب ہوں۔ میں بے حد شکر گزار ہوں کہ عالیجناب مخدوم سید محمد راجو صاحب دام اقبالہٗ سجادہ نشین شاہ یوسف گردیز ملتان اور عالیجناب سید محمد نواز شاہ صاحب گردیزی دام اقبالہٗ ملتان رئیس اعظم شاہ گردیز ملتان اور مومنینِ بہل ضلع میانوالی کا جنہوں نے اس کے اخراجات برداشت کر کے مجھے موقع دیا کہ یہ ہدیہ مومنین کی خدمت میں پیش کر سکوں فجزاہم اللہ خیر الجزاء

خداوندِ عالم ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور دیگر مومنین کو بھی اس قسم کی توفیقات مرحمت فرمائے۔ آمین

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محررہ:- احقر مرزا یوسف حسین عفی عنہ

خمس وزکوٰۃ کی اہمیت مذہب اسلام میں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اہل اسلام ہر دور میں بلا کسی شک وشبہ کے اس حقیقت پر متفق رہے ہیں کہ خمس وزکوٰۃ اسلام کے ان اہم ترین احکام سے ہیں جو ضروریات دین سمجھے جاتے ہیں اور اس پر ساری کی ساری ملتِ اسلام متفق اللفظ اور ایک آواز ہے کہ ان کے وجوب کا منکر اسی طرح دائرہ اسلام سے خارج تصور کیا جاتا ہے۔ جیسے ختم نبوت خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ یا وجوب صلوٰۃ وصوم و حج کا منکر

اس کے علاوہ خمس اور زکوٰۃ کو یہ اہمیت بھی حاصل ہے کہ طہارت مال۔ طہارت کردار۔ طہارت نفس بلکہ صحت عمل اس کے بغیر ناممکن ہے۔ اس سے حکم خدا کی تعمیل یعنی خدا اور رسولؐ و آئمہ طاہرین علیہم السلام کا حق اطاعت و فرمانبرداری بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اور مخلوق خدا کی حق رسی بھی ہے۔ محسنانِ اسلام کی حق شناسی بھی ہے۔ اور شکر گزاری بھی۔

نصوصِ قرآن مجید نے ان کا سنگِ بنیاد رکھا اور احادیثِ رسولؐ و آلِ رسول نے اس عمارت کی تکمیل کر دی۔ اور مقصود اصلی ذہن نشین کرا دیا۔ کتب حدیث و تفسیر آج اس قسم کے سیکڑوں احادیث سے پُر ہیں جنہیں حضرات علماء کرام نے رواۃ کی تحقیق و تدقیق اور جرح و تعدیل کے بعد جمع کر کے خمس وزکوٰۃ اور ان شرائط و مقاصد و احکام پر اس قدر سیر حاصل بحث کی ہے کہ اب اس کا کوئی حصہ تشنۂ تحقیق نہیں رہا۔ اس لئے کہ کوئی ایسی حدیث نہیں جو علماء کی نظر سے نہ گذری ہو۔ اور ان کا کوئی ایسا مفہوم نہیں جس کی تحقیق نہ کر لی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ان کے فتوؤں میں بعینہ وہی الفاظ حدیث ملتے

ہیں۔ جو حضرات معصومینؑ نے اپنے احادیث میں ارشاد فرماتے ہیں

یہ انہی سعی بلیغ کے نتائج ہیں جو آج کتب فقہ اور اکثر علماء کرام کے عملیوں میں منظر عام پر آتے رہتے ہیں۔

مگر چونکہ یہ تمام ذخیرے زبان عربی میں ہیں۔ اس لئے عوام الناس کتب فقہ کا مطالعہ تو کرتے رہتے ہیں لیکن بیشتر حضرات ان حقائق و مقاصد سے ناآشنا ہیں جو مبسوط اور ضخیم کتب میں درج ہیں اور تاحال زبان اردو میں منظر عام پر نہیں آسکے اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو اس میں شبہات پیدا ہونے یا پیدا کئے جانے کا امکان اور گنجائش رہ جاتی ہے۔ اس لئے اگر کچھ حضرات کسی قسم کے شبہ میں مبتلا ہو جائیں تو تعجب خیز نہیں ہے

احکامِ اسلام قرآن وحدیث میں یکجا نہیں متفرق ہیں

اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت یا معصومینؑ کی ایک یا چند حدیثیں پڑھ کر سارا کا سارا مسئلہ حل کرلے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے کیونکہ حضرات معصومینؑ کے ارشادات وہ جوابات ہیں جو سائلوں کے جواب میں ارشاد فرماتے جاتے رہے ہیں جواب ہمیشہ اسی قدر اور اسی محل کے مطابق دیا جاتا ہے۔ جس قدر اور جس محل کے لئے سوال کیا گیا ہو۔ پھر اس جواب کو جو کسی محل سے مخصوص ہو ہر محل پر عام نہیں کیا جاسکتا بلکہ اگر اس جواب اور اس کے محل کو سمجھ لیا ہے تو دوسرے محل یا دوسری صورت کے لئے دوسرا جواب تلاش کرنا چاہئے جو دوسرے کتب میں یا اسی کتاب میں دوسرے مقام پر مل جاتا ہے۔

بلکہ قرآن مجید میں بھی اکثر یہی صورت ہے۔ اس لئے کہ وہ موعظہ کی شکل میں نازل ہوا ہے اور اس میں ہر مسئلہ کو ہر محل پر بقدر برداشت و مناسبت بیان کیا گیا ہے۔ ایک ہی مسئلہ کو متعدد آیات میں الگ الگ جیسا محل اور مناسب تھا یا جیسا سوال درپیش ہوا بیان کیا گیا ہے۔ جیسے قصص انبیاء و مرسلین یا اقوال و افعال دشمنانِ دین۔ اسی طرح عبادات و احکام کے مختلف شعبوں کو متفرق مقامات پر اپنے اپنے محل و موقع کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ سوال خاص ہے مگر اس کے جوابات میں حکم عام بیان کر دیا گیا ہے جو الفاظ حکم پر غور کر کے سمجھ میں آسکتا ہے ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ ایک مرتبہ حکمِ عام دے دیا گیا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے تخصیصات بیان کئے گئے ہیں یہ صورت تو شاذ و نادر ہی ہے کہ کوئی حکم ایسا عام ہو جس کی تخصیص ہی نہ کی گئی ہو۔ تاآنکہ یہ مثل ہو گئی۔ وما من عام الا وقد خص من وجه کوئی عام نہیں جس کی تخصیص نہ کر دی گئی ہو کسی جہت سے نماز میں وجوب قیام کا حکم عام ہے مگر مریض اور اپاہج جو قیام پر قادر نہ ہوں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ کسی حرام اور ناپاک چیز کا کھانا حرام ہے مگر اضطرار اور مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔ اس قسم کی ہزاروں مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

اس لیے کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے جب تک اس موضوع کی تمام یا اکثر احادیث پر نظر نہ کر لی جائے۔ آخری فیصلہ دے دینا اور سنا دینا انتہائی ناعاقبت اندیشی اور اصول تحقیق سے ناواقفیت کے علاوہ ثواب کے بجائے جرم عظیم کے ارتکاب کا باعث ہے۔

احکامِ قرآن وحدیث میں غلط فہمیوں کے اسباب

اس لئے جن لوگوں کو تحقیق مسائل میں غلط فہمیاں ہوجاتی ہیں اور اپنی غلطی کو صحیح سمجھ کر ان پر اعتماد کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے اقسام حسب ذیل ہیں

(۱) یہ کہ وہ احادیث کی جرح وتعدیل اور صحیح احادیث کے انتخاب کی استعداد نہیں رکھتے

(۲) یہ کہ وہ ارشادات معصوم کے مفہوم سمجھنے اور انہیں جمع کر کے ان سے صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ صلاحیت تو رکھتے ہیں مگر اس قدر محنت و ریاضت گوارا نہیں کرتے اور جو نئی آواز بلند ہوتی ہے۔ اس پہ لبیک کہ کر دوڑ پڑتے ہیں۔

(۴) یہ کہ وہ فن عربی پر حاوی نہیں ہیں یا اس سے ناواقف ہیں اور اپنی دماغی کاوش سے قرآن وحدیث سے صحیح مطلب اخذ نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود وہ چوں کہ اپنے آپ کو اہل الرائے سمجھتے ہیں۔ لہٰذا بے سوچے کوئی نہ کوئی رائے دے بیٹھتے ہیں

(۵) یہ کہ وہ اپنے آپ کو لاعلم سمجھتے ہیں اور جس کا دباؤ پڑ جاتا ہے اسکو ووٹ دیدیتے ہیں

(۶) یہ کہ ان سے غلط بیانی کی جاتی ہے یعنی تحریر کچھ اور ہوتی ہے اور تقریر کچھ اور ظاہر کچھ اور ہوتا ہے اور باطن کچھ اور۔ دنیاوی اور سیاسی معاملات میں تو آجکل یہ سب کچھ ہونا رہتا ہے اور اسے اہل زمانہ جائز بھی سمجھتے ہیں مگر مذہب اور دین جس پہ نجات اخروی کا دارومدار ہے اس میں اس کی گنجائش نہیں ہے

اس لئے میں نے ضرورت محسوس کی کہ خمس وزکوٰۃ کے متعلق جو خزانے موجود ہیں، انہیں زبانِ اردو میں اس طرح پیش کر دوں کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو پہ بقدر

ضرورت روشنی پڑ جائے اور خود بخود اس کی ہر مشکل حل ہو جائے اور ہر ارود داں اسکا مطالعہ کر کے سکون بخش نتیجہ تک پہنچ سکے۔

مگر چونکہ اس باب میں احادیث و تفاسیر اور اس کے بعد علماء کرام کی تحقیق اتنی بسیط ہے کہ اگر وہ سب کا سب جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے گی اور اکثر حضرات اس کے مطالعہ سے گھبرا جائیں گے۔ اس لئے اس سمندر سے چند قطرے اس رسالہ میں اس ترتیب سے پیش کر دینا چاہتا ہوں کہ جس جس قسم کے شبہات پیدا ہونے کا امکان ہے وہ بھی رفع ہو جائیں اور مسئلہ خمس و زکوٰۃ کی حقیقت اور ان کے اعلیٰ اور بلند ترین مقاصد بھی آفتاب روشن کی طرح سامنے آجائیں۔ تفصیلی احکام عام طور پر کتب فقہ میں مل جاتے ہیں لیکن ان کے بنیادی اصول بھی ذہن نشین ہو جائیں۔

تاکہ ارباب توفیق زیادہ سے زیادہ کوشش فرمائیں کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے محروم نہ رہیں اور مال دنیا جس کی تحصیل بھی ضروریات زندگی سے ہے اور استعمال بھی اسے پاک کر کے استعمال کریں تاکہ اعمال و عبادات اور تمام معاملات عند اللہ صحیح اور مقبول ہوں اور سعادت دارین کے علاوہ وہ اس عمل خیر کی برکت سے فروغ و ترقی اور برکات کے بھی مستحق قرار پائیں۔

میں نے خمس و زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ اس رسالہ میں انفال پر روشنی ڈالنا بھی ضروری سمجھا ہے۔ تاکہ خدا اور رسولؐ و آلِ رسول سے محبت اور عقیدت رکھنے والے انفال کی حقیقت پر غور فرمانے کے بعد یہ اندازہ فرمالیں کہ خدا کے نزدیک رسولؐ و آل رسولؐ کی کیا عظمت اور ان کے کیا حقوق ہیں اور خدا کی جانب سے انہیں اس دنیا میں کیا اقتدار و اختیار حاصل ہے۔ جس سے اہل دنیا نے انہیں محروم رکھا ہے

انفال اور اسس کے مقاصد کو حکام پر غور کرنے کے بعد خمس اور اس کے مصارف اور بلند ترین مقاصد زیادہ واضح اور روشن ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ متوقع ہوں کہ ناظرین کرام اس کا مطالعہ فرماکر دعا سے یاد فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت ونعم الوکیل۔

احقر
مرزا یوسف حسین عفی عنہ لکھنوی

خمس زکوٰۃ اور انفال

اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ اس کے اصول وہی ہیں جن کی تمام انبیاء و مرسلین تعلیم دیتے رہے۔ ان میں کبھی تغیّر و تبدّل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کے فروع و احکام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انبیا ماسبق کی شریعتیں محدود امتوں اور محدود زمانوں کے لئے تھیں اور آخر منسوخ ہو گئیں اور شریعت اسلام جیسے مقرر ہوئی سارے عالم کے لئے ہے اور بلا کسی کمی یا بیشی یا ترمیم کے قیامت تک رہے گی۔

لہٰذا شریعت اسلام کا کوئی عمل ایسا نہیں ہو سکتا جو ایک ملک کے لئے ہو اور دوسرے ملک کے لئے نہ ہو۔ یا ایک زمانہ تک اس پر عمل کیا جا سکے اور دوسرے زمانہ میں نہ کیا جا سکے۔ جیسے نماز۔ روزہ۔ حج وغیرہ۔ جس طرح اب تک ان پر عمل ہوتا رہا۔ بالکل اسی طرح قیامت تک ہوتا رہے گا۔ مگر یہ وہ عبادات ہیں جن کا تعلق عبادت گزاروں کی ذات سے ہے۔ ان کا برادرانِ اسلام کی معاشیات سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے اسلام کا فرض ہے کہ وہ ہر طبقہ کے مسلمانوں کی معشیت کے سدھارنے کا بھی ایسا پائدار انتظام کر دے کہ کسی مسلمان کی نظر حلال کے بجائے حرام کی طرف دوڑنے پر مجبور نہ ہو جاوے۔ اور وہ صلوٰۃ جو مقصود الٰہی ہے وہ بھی حاصل ہو جائے اور اس کا انتظام اس قدر مکمل اور پائدار ہو کہ کوئی مستحق اپنے حق سے کسی وقت اور کسی جگہ اصولی طور پر محروم نہ رہے۔ بلکہ اگر صحیح طور پر اس پر عمل کیا

جائے تو دنیا میں کوئی مسلمان اپنے حق سے محروم نہ رہے اور فاقہ کشی کی نوبت آئے

یہی وہ اہم مقصد تھا جس کے لئے خمس و زکوٰۃ اور انفال مقرر کئے گئے۔ ان تینوں کا حکم قرآن مجید میں اور ان میں سے ہر ایک کی تفصیل احادیث میں موجود ہے جن میں خمس و زکوٰۃ اور انفال کے مستحقین اور ان کا طریقہ تقسیم معین کر دیا گیا ہے۔ تقسیم کے بعد انہی اموال میں سے وہ حصہ بھی بتلا دیا گیا ہے۔

جو اسلام کے بیت المال میں رہے اور حسب ضرورت استعمال کیا جائے۔ خدا کی جانب سے اس کے مالک و مختار رسولؐ اسلام ہیں اور ان کے بعد وہ امام جو ان کے قائمقام ہیں اور ان سے زیادہ اس کے محل استعمال کو کون پرکھ سکتا ہے اس لئے جس طرح مناسب ہوگا وہ صرف فرمائیں گے۔

اس کی تفصیل آیات و احادیث و تفاسیر ذیل میں بیان کی جاتی ہے بعض احادیث میں اجمال ہے بعض میں تفصیل بعض میں مسئلہ کے ایک حصہ کی تفصیل کر دی گئی ہے بعض میں دوسرے حصہ کو نمایاں کر دیا گیا ہے اس لئے ہر باب کے احادیث الگ الگ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین ان سب پر نظر کر کے آسانی سے نتیجہ نکال لیں گے میری دعا ہے کہ ہمارا ارادہ نیک اور نیت پاک اور صرف قوم و مذہب کی اصلاح و فلاح تہِ نظر رہے اور حق و صدق کی طرفداری کے سوا کسی اور قسم کی جانب داری کے تخیل کو کبھی راہ نہ ملے۔ آمین!

انفال

قرآن وحدیث کی روشنی میں

۱- خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

يسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول (پ۹ سورہ انفال)

اے رسولؐ تم سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ انفال خدا اور رسولؐ کے واسطے ہیں۔

۲- انفال کے معنی! الانفال جمع نفل بالتحريك وهو لغة الغنيمة والهبة وقال الازهري النفل ما كان زيادة عن الاصل. سميت الغنائم بذلك لأن المسلمين فضلوا بها على سائر الامم الذين لم تحل لهم الغنائم، و سميت صلوٰة التطوع نافلة لانها زائدة عن الفرض والمراد بها هنا ما يحضر

انفال نفل کی جمع ہے۔ حرکت کیساتھ اور وہ غنیمت اور ہبہ کو کہتے ہیں اور ازہری نے کہا ہے کہ نفل وہ ہے جو اصل سے زائد ہو۔ غنیمتوں کو نفل اس لئے کہتے ہیں کہ تمام امتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو یہ حق زیادہ ملا ہے جن کے لئے غنیمتیں حلال نہ تھیں اور مستحبی نماز کا نام بھی اس لئے نافلہ ہو گیا کہ وہ فرض سے زائد ہیں۔ اور یہاں انفال سے مراد وہ مال ہے جو نبی سے نقل ہو کر امام

الامام بالانتقال من النبی | سے مخصوص ہو۔

(حاشیہ شرائع الاسلام ص۳۴)

۳۔ ان اللہ تبارک وتعالیٰ | خداوند عالم نے تمام دنیا اپنے خلیفہ
جعل الدنیا کلھا باسرہٖ | کی ملکیت قرار دی ہے۔ جیسا کہ فرشتوں
لخلیفتہٖ حیث یقول للملٰئکۃ | سے ارشاد فرماتا ہے کہ میں زمین میں
انی جاعل فی الارض خلیفۃ | خلیفہ قرار دینے والا ہوں۔ پس تمام
فکانت الدنیا باسرھا لادم | دنیا آدم کی ملکیت تھی ان کے بعد
وصارت بعدہٗ لابرار ولدہٖ و | ان کی نیک اولاد اور خلفاء کی ملکیت
خلفائہٖ فما غلب علیہ | ہوگئی۔ پس جب ان کے دشمن قبضہ
اعدائھم ثم رجع | کر گئے۔ پھر موقع ملا کہ ان کی طرف
الیھم بحرب اوغلبۃ | واپس آگئی جنگ یا غلبہ سے اسے فیئ
سمی فیئا وھو ان یفیئ الیھم | کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حصّہ غلبہ اور
بغلبۃ وحرب وکان حکمہٗ | جنگ سے واپس ملے۔ اور اس کا حکم
فیہ ما قال اللہ عزّ وجلّ | وہی ہے۔ جو خدائے عزّ وجلّ نے
واعلموا انما غنمتم فان للہ | فرمایا ہے کہ جان لو کہ جو مال غنیمت
خمسہٗ وللرسول ولذی | تم حاصل کرو۔ پس اللہ کے لئے ہے
القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل | اس کا پانچواں اور اس کے رسولؐ اور
فھو للہ وللرسول ولقرابۃ | صاحب قرابت کے لئے اور ان کے
الرسول فھذا ھو الفیئ الراجع | خاندان کے یتیموں مسکینوں۔ اور

وانما يكون الراجع ما
كان في يد غيرهم فاخذ
منهم بالسيف واما ما رجع
اليهم من غير ان يوجف
اليهم بخيل ولا ركاب
فهو الانفال هو لله وللرسول
خاصة ليس لاحد فيه
شركة وانما جعل الشركة
في شيئ قوتل عليه فجعل لمن
قاتل من الغنائم اربعة
اسهم وللرسول سهم
والذي للرسول يقسم على
ستة اسهم ثلاثة له و
ثلاثة لليتامى والمساكين
وابن السبيل واما الانفال
فليس هذه سبيلها كانت
للرسول خاصة وكانت
فدك لرسول الله خاصة
لانه فتحها وامير المومنين

مسافروں کے لئے۔ پس وہ خدا اور
رسولؐ اور قرابت رسولؐ کا ہے۔ پس
یہی فیئ ہے جو واپس ملا۔ کیونکہ راجع
اسے کہتے ہیں جو غیر کے قبضہ میں ہو
اور ان سے واپس لیا گیا ہو۔
لیکن جو مال جنگ کے بغیر واپس آئے
ہوں پس وہ انفال ہیں۔ اور وہ صرف
خدا اور رسولؐ کا حق ہیں۔ ان میں کوئی
ان کا شریک نہیں ہے۔ البتہ اس مال
میں شریک قرار دیئے گئے ہیں جن پر
جنگ کی گئی پس قتال کرنے والوں کے
لئے چار حصے قرار دیئے ہیں۔ اور
رسولؐ کا ایک حصہ ہے۔ اس کے چھ
حصے ہوں گے۔ تین حصے رسولؐ کے
اور تین حصے سادات کے یتیموں مسکینوں
اور مسافروں کے۔ لیکن انفال پس اسکا
یہ طریقہ نہیں ہے بلکہ وہ صرف رسولؐ
سے خاص ہیں اور اسی لئے فدک
خاص رسولؐ کی ملکیت تھا اس لئے کہ

لم يكن معهما احد فزال
عنهما اسم الانفال
وكذالك الآجام والمعادن
والبحار والفيافي هي للامام
خاصة فان عمل فيها
قوم باذن الامام فلهم
اربعة اخماس وللامام
خمس والذي للامام يجري
مجرى الخمس ومن عمل
فيها بغير اذن الامام فالامام
ياخذه كله ليس لاحد فيه
شيئ وكذالك من عمر شيئاً
او اجرى قناة او عمل في ارض
خراب بغير اذن صاحب
الارض فليس له ذالك فان
شاء اخذه منه كلها وان شاء
تركها في يده۔

(اصول کافی طبع نولکشور لکھنؤ
جلد اول ص۳۵۳، ص۳۵۲)

اسے انہوں نے اور امیر المومنین
علیہم السلام نے بغیر جنگ کیا ان کے ساتھ
اور کوئی نہ تھا۔ لہٰذا اسے فیئ نہیں کہہ
سکتے بلکہ اسے انفال کہیں گے۔ اور
اسی طرح جنگل معدنیات دریا اور
صحرا بالخصوص یہ سب امام کے ہیں
پس اگر امام کی اجازت سے لوگ
آباد کریں تو ان کے چار حصے ہیں اور
پانچواں امام کا۔ امام کا یہ حصہ خمس کے
قائمقام ہے اور جس نے اذن امام
کے بغیر اسے آباد کر دیا تو امام کل کا
کل لے لیں گے۔ اس میں کسی کا کوئی حق
نہیں ہے۔ اسی طرح جس نے کچھ تعمیر
کی یا نالہ جاری کیا یا خراب زمین کو
درست کیا۔ مالک زمین کی اجازت
کے بغیر تو یہ اسے نہ ملے گی۔ پس اگر
امام چاہیں تو اس سے سب لے لیں
اور اگر چاہیں تو اس کے ہاتھ میں رہنے
دیں۔

فدک کا مطالبہ مہدی عباسی سے

۴ عن علی ابن اسباط قال لما
ورد ابو الحسن موسیٰ
علیہ السلام عند المہدی
راٰہ یرد المظالم فقال یا
امیر المومنین ما بال مظلمتنا
لا ترد فقال وما ذالک یا ابا الحسن
قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ
فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ
والہ وسلم فدک وما والاھا
لم یوجف علیہ بخیل ولارکاب
فانزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ
علیہ والہ وآت ذا القربیٰ
حقہ فلم یدر رسول اللہ
من ھم فراجع فی ذالک
جبرئیل ربہ فاوحی اللہ
الیہ ان ادفع فدک الی
فاطمۃ فدعاھا رسول اللہ

علی بن اسباط سے مروی ہے انہوں
نے کہا جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
مہدی عباس کے پاس تشریف لائے
تو دیکھا وہ رد مظالم کر رہا ہے پس
آپ نے فرمایا اے امیر ہمارا مظلمہ
کیوں واپس نہیں ملتا۔ پس اس نے
کہا اے ابو الحسن وہ کیا ہے۔ فرمایا کہ
خداوند عالم نے فدک اور اس کا علاقہ
فتح کرایا اور اس پر جنگ نہیں ہوئی
پس خدا نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل
فرمائی کہ صاحب قرابت کو ان کا حق
دے دو پس رسول خدا نے نہیں جانا
کہ وہ کون ہیں پس جبرئیل امین نے
خدا سے دریافت کیا۔
پس خدا نے وحی نازل فرمائی
کہ فدک فاطمہ زہرا کے حوالہ کر دو۔
پس رسول خدا نے ان کو بلا کر فرمایا

فقال یا فاطمة ان اللہ امرنی
ان ادفع الیک فدک فقالت
قد قبلت یا رسول اللہ من
اللہ ومنک فلم یزل وکلاءھا
فیھا حیوة رسول اللہ فلما
ولی ابوبکر اخرج منھا وکلاءھا
فسالتہ ان یردھا علیھا فقال لھا
ائتینی باسود او احمر یشھد
لک بذالک فجاءت بامیر
المؤمنین علیہ السلام وام
ایمن فشھدا لھا فامرھا
بترک التعرض فخرجت والکتب
معھا فلقیھا عمر فقال
لھا ما ھذا معک یا بنت
محمد قالت کتاب کتب
لی ابن ابی قحافة قال ارنیہ
فابت فانتزعہ من یدھا
ونظر فیہ فتفل فیہ ومحاہ
وخرقہ فقال لھا ھذا لم

اے فاطمہؑ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ
فدک تمہارے حوالہ کر دوں۔ عرض کیا کہ
اے خدا کے رسول میں نے قبول کر لیا
خدا کی جانب سے بھی اور آپ سے بھی
پس رسول کی زندگی بھر اس زمین میں آپ
کے وکیل مقرر رہے لیکن جب ابوبکر
بادشاہ ہوئے تو انہوں نے ان کے
وکیلوں کو نکال دیا۔ پس انہوں نے سوال
کیا کہ ان کے وکیلوں کو وہاں رہنے دیں
پس ابوبکر نے کہا کہ کوئی سیاہ یا سرخ
گواہ لے آؤ جو تمہاری گواہی دے۔
پس وہ امیر المومنین اور ام ایمن کو لے
آئیں جنہوں نے ان کی گواہی دی پس
انہوں نے تحریر لکھ دی کہ کوئی تعرض
نہ کرے پس وہ تحریر لے کر نکلیں تو عمر
مل گئے اور پوچھا کہ آپ کے پاس کیا
ہے۔ اے محمدؐ کی بیٹی نے فرمایا ابوبکر
کی تحریر ہے کہا مجھے دکھائیں۔ پس انہوں
نے دکھانے سے انکار کیا تو عمر نے

يوجف عليه الركاب بخيل
ولا ركاب فقطع الحبال فى
رقابنا فقال له المهدى حدها
ما لى فقال حد منها جبل
احد وحد منها عريش مصر
وحد منها سيف البحر وحد
منها دومة الجندل فقال
كل هذا قال نعم يا امير
المومنين هذا كله ان
هذا كله لم يوجف اهله
على رسول الله بخيل ولا ركاب
فقال كثير وانظر اليه
(اصول کافی ص۵۴۳)

ان سے چھین لیا اور پڑھ کر اس میں
تھوک دیا اور تحریر کو سنا کر کاغذ کو پھاڑ
ڈالا۔ اور کہا کہ ان پر تمہارے باپ
نے جنگ نہیں کی تھی۔ پس پھاڑ
ہماری گردنوں میں رکھ دو۔ پس آپ
سے مہدی نے کہا کہ مجھ سے اس کی
حد بیان فرمائیں۔ فرمایا اس کی ایک
حد کوہ احد ہے دوسری حد عریش مصر
تیسری حد سیف البحر اور چوتھی دومۃ
الجندل ہے پس مہدی عباسی نے
کہا کیا یہ سب ہے۔ فرمایا ہاں اے
امیر یہ سب ہے۔ یہ سب وہ ہے
جو بغیر جنگ کے حاصل ہوا۔ پس مہدی
نے کہا یہ بہت ہے۔ میں اس میں غور کروں گا۔

کل زمین امام کی ہے

٥۔۔ من ابی جعفر علیه السلام
قال وجدنا فی کتاب علی علیه
السلام ان الارض لله یورثها

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم
نے کتاب علی مرتضیٰ علیہ السلام میں لکھا
دیکھا ہے کہ سب زمین خدا کی ہے۔

من يشاء من عباده والعاقبة
للمتقين انا واهلبيتي الذين
اورثنا الله الارض ونحن
المتقون والارض كلها لنا
فمن احيا ارضا من المسلمين
فليعمرها وليؤد خراجها
الى الامام من اهل بيتي وله
ما اكل منها فان تركها واخربها
واخذها رجل من المسلمين
من بعده فعمرها واحياها
فهو احق بها من الذي تركها
يؤدي خراجها الى الامام من
اهل بيتي وله ما اكل منها
حتى يظهر القائم عليه
السلام من اهل بيتي بالسيف
فيحويها ويمنعها ويخرجهم
منها كما حواها رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم
ومنعها الا ما كان في ايدي

وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہیے
دیدے اور عاقبت متقین کے لئے
ہے۔ میں اور میرے اہلبیت ہی
وہ ہیں جنہیں خدا نے زمین کا وارث
قرار دیا ہے اور ہم ہی متقین ہیں اور
سب زمین ہماری ہے پس جو شخص
مسلمان ہو اور کسی زمین کو آباد کرے
اسے چاہئے کہ اس کا خراج امام کو
دے میرے اہلبیت میں سے اور
جو اس سے کھایا ہے وہ اس کا ہے
پس اسے اگر چھوڑ دے یا خراب
کر دے اور دوسرا مسلمان اسے لیکر
آباد کر دے اور تعمیر کرے تو وہ اسکا
زیادہ حقدار ہے۔ اس سے جس نے
اسے چھوڑ دیا۔ اس کا خراج امام کو ادا
کرے میرے اہلبیت میں سے اور
جو کھائے وہ اس کا ہے یہاں تک کہ
امام علیہ السلام ظہور کریں میرے
اہلبیت سے اور بزور شمشیر اس پر

شیعتنا۔ فانه یقاطعهم علی	حاوی ہو کر اس کی حفاظت کریں اور
ما فی ایدیهم و سترا الارض	انہیں نکال دیں جیسے آنحضرت صلعم
فی ایدیهم۔ (اصول کافی ص۲۵۹)	اس پر حاوی اور محافظ تھے سوا اس

کے جو ہمارے شیعوں کے قبضہ میں ہو اس لئے کہ وہ ان سے فیصلہ کر کے ان کے ہاتھ میں چھوڑ دیں گے۔

۶۔ الدنیا وما فیها لله تبارک	دنیا اور جو کچھ اس میں ہے خدائے
و تعالی ولرسوله ولنا فمن	تبارک و تعالی اور رسول کا ہے اور
غلب علی شیئ منها فلیتق	ہمارا ہے۔ پس جو شخص اس میں سے
الله ولیود حق الله تبارک	کسی چیز پر قابض ہو اسے چاہئے کہ
و تعالی ولیبر اخوانه فان	خدا سے ڈرے اور اس کا حق ادا کرے
لم یفعل ذالک فالله ورسوله	اور اپنے بھائیوں سے نیکی کرے۔
و نحن براء منه (اصول کافی ص۲۵۹)	پس اگر وہ ایسا نہ کرے تو خدا اور

رسول اور ہم اس سے بری ہیں۔

۷۔ عن محمد بن ریان قال	محمد بن ریان کہتے ہیں کہ میں نے امام
کتبت الی العسکری علیه السلام	حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں لکھا
جعلت فداک روی لنا ان	کہ آپ پر فدا ہوں ہم سے یہ کہا گیا
لیس لرسول الله صلی الله علیه	ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
و آله الا الخمس فجاء الجواب	کا حق خمس کے سوا نہیں ہے۔ پس
ان الدنیا وما علیها لرسول الله	جواب آیا کہ دنیا اور جو کچھ اس پر ہے۔

صلی اللہ علیہ والہ	وہ سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
(اصول کافی ص ۲۵۹)	کا ہے۔
۸۔ باب ان الارض کلہا	باب اس میں کہ سب زمین امام کی
للامام (اصول کافی ص ۲۵۸)	ہے۔
۹۔ عن ابی جعفر علیہ السلام	امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے
قال قال رسول اللہ صلی اللہ	ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ
علیہ والہ خلق اللہ آدم	وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے آدمؑ
واقطعہ الدنیا قطیعۃ	کو خلق فرما کر زمین آدمؑ کی ملکیت
وما کان لادم فلرسول اللہ	قرار دے دی اور جو کچھ آدمؑ کی ملکیت
صلی اللہ علیہ والہ وسلم	رسول اسلام کی ملکیت ہے۔
وما کان لرسول اللہ صلی اللہ	اور جو رسول خدا کی ملکیت تھی۔ وہ
علیہ والہ وسلم فهو للائمۃ	آئمہ کی ملکیت ہے جو آل محمد میں سے
من آل محمد علیہم السلام	ہیں۔
(اصول کافی ص ۲۵۹)	

امام کے فرائض و اختیارات

۱۰۔ عن ابی عبد اللہ علیہ	حضرت امام ارشاد فرماتے
السلام قلت لہ اما علی الامام	ہیں کہ ان سے سائل نے سوال کیا
زکوٰۃ فقال احلت یا ابا	کیا امام پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ فرمایا

محمد اما علمت ان الدنیا
والآخرة للامام یضعها حیث
یشاء ویدفعها الی من یشاء
جائز له ذالك من الله ان
الامام یا ابا محمد لا یبیت
لیلة ابداً ولله فی عنقه حق
یسأله عنه (اصول کافی ص۲۵۹)

اے ابو محمد کیا تمہیں نہیں معلوم کہ دنیا
و آخرۃ امام کی ہے۔ جہاں چاہیں اسے
رکھیں اور جسے چاہیں دیں۔ ان کے
لئے یہ جائز ہے خدا کی طرف سے۔
اے ابو محمد امام کسی رات نہیں سوتے
اور خدا کی طرف سے ان کی گردن پر
حق ہے جس کا وہ ان سے سوال کریگا

انفال کے اقسام اور امام کے حقوق و اختیارات

۱۱۔ عن ابی عبد الله علیه السلام
قال الانفال ما لم یوجف علیه
بخیل ولا رکاب او قوم صالحوا
او قوم اعطوا بایدیهم وکل
ارض خربة وبطون الاودیة
فهو لرسول الله صلی الله علیه
وآله وهو للامام من بعده
یضعه حیث یشاء۔
(اصول کافی ص۲۵۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ انفال وہ ہے جو جنگ کے بغیر
حاصل ہو یا قوم نے صلح سے یا بطور
عطیہ کے دے دی ہو اور ہر غیر آباد
زمین اور دامن کوہ۔ پس یہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ کی ملکیت ہیں اور
ان کے بعد امام کی ملکیت ہیں جس
طرح چاہیں صرف کریں۔

۱۲۔ وله بعد الخمس الانفال
اور خمس کے بعد انفال ان کا حق ہے

والانفال كل ارض خربة قد
باد اهلها وكل ارض
لم يوجف عليه بخيل
ولا ركاب ولكن صالحوا صلحا
واعطوا بايديهم على غير
قتال وله رؤس الجبال و
بطون الاودية والآجام وكل
ارض ميتة لا رب لها وله
صوافي الملوك ما كان في
ايديهم من غير وجه الغصب
لان الغصب كله مردود وهو
وارث من لا وارث له يعول
من لا حيلة له وقال ان الله
لم يترك شيئا من صنوف
الاموال الا وقد قسمه فاعطى
كل ذي حق حقه الخاصة والعامة
والفقراء والمساكين وكل صنف
من الناس فقال لو عدل في الناس
لاستغنوا ثم قال العدل احلى

اور وہ ہر غیر آباد زمین ہے جس کے
اہل نہ رہیں اور ہر وہ زمین جو جنگ
کے بغیر ملتی ہو بلکہ اس کے مالکوں نے
صلح کر لی ہو اور خود دے دی ہو بغیر
جنگ کے اور پہاڑوں کی چوٹیاں اور
دامن کوہ اور جنگل اور غیر آباد زمین جس
کا کوئی مالک نہ ہو ان کا حق نہیں۔ اسی
طرح بادشاہوں کی منتخب چیزیں۔ جو
ان کے قبضہ میں ہوں اور غصب کی
ہوئی نہ ہوں۔ کیوں کہ ہر غصب کی مال مردود
ہے اور وہ اس کے بھی وارث ہیں جس کا
کوئی وارث نہ ہو۔ اور اس کے رشتہ دار
ہیں جس کا رشتہ دار نہ ہو اور فرمایا کہ خدا
نے مال کی کوئی قسم نہیں چھوڑی۔ مگر یہ
کہ اسے تقسیم فرما دیا ہے۔ پس ہر حقدار
کو اس کا حق دیا ہے۔ خاص ہوں یا عام
فقراء ہوں یا مساکین۔ اور انسانوں کی ہر
قسم کو پس فرمایا کہ اگر لوگوں میں انصاف
کیا جاتا تو سب غنی ہو جاتے پھر فرمایا

من العسل ولا يعدل الا من يحسن العدل (تهذيب جزء ۱ ص ۳۵۴)
(اصول کافی ص ۳۵۴)

کہ عدل و انصاف شہد سے زیادہ شیریں ہے اور جو عدل کو جانتا ہی نہیں ہے وہ عدل نہیں کر سکتا۔

۱۳۔ عن زرارة قال الامام يجزي ويفضل ويعطي ماشاء قبل ان تقع السهام وقد قاتل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بقوم لم يجعل لهم في الفيء نصيبا وان شاء قسم ذالك بينهم
(اصول کافی ص ۳۵۵)

زرارہ کہتے ہیں کہ مال تقسیم کرنے اور حصے نکالنے سے قبل امام جو چاہیں عطا اور بخشش کر سکتے ہیں چنانچہ آنحضرت نے ایک جماعت کے ساتھ جہاد کیا تھا اور مال غنیمت میں ان کا حصہ نہیں قرار دیا۔ اور اگر چاہیں تو ان میں تقسیم فرما دیں۔

۱۴۔ قال ابو عبد الله علیه السلام نحن قوم فرض الله طاعتنا لنا الانفال ولنا صفو المال
(اصول کافی ص ۳۵۶)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جن کی تابعداری ہماری خدا نے واجب کی ہے۔ انفال بھی ہمارے ہیں۔ اور بادشاہوں کا چنا ہوا مال بھی ہمارا ہے

۱۵۔ عن ابي عبد الله علیه السلام في الرجل يموت ولا وارث له ولا مولى له قال هو من اهل هذه الآية يسئلونك عن الانفال (اصول کافی ص ۳۵۶)

امام جعفر صادق علیہ فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں کہ جو مر جائے اور اس کا کوئی وارث یا غلام نہ ہو وہ اس آیہ کے اہل سے ہے یسئلونک عن الانفال الخ یعنی وہ انفال کا مستحق ہے۔

انفال کی تقسیم

یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ انفال کے مستحق کون ہیں اور ان پر کیونکر تقسیم کیا جائے گا۔

۱۲- صفو المال ان یأخذ
من هذه الاموال صفوها
الجاریة الفارهة والدابة
الفارهة والثوب والمتاع
بما یحب و یشتهی فذلك
له قبل القسمة وقبل اخراج
الخمس وله ان یسد بذلك المال
جمیع ما ینوبه من مثل اعطاء
المؤلفة قلوبهم وغیر ذلك
مما ینوبه فان بقی بعد ذلك
شیء اخرج الخمس منه فقسمه
فی اهله وقسم الباقی علی من
ولی ذلك وان لم یبق بعد
سد النوائب شیء فلا شیء
له ولیس لمن قاتل شیء من

امام کو حق ہے کہ جو مال کنیزیں کپڑے
اور سامان مناسب سمجھیں وہ منتخب
کر لیں۔ پس یہ تقسیم اور اخراج خمس سے
قبل ان کا ہے اور انہیں اختیار ہے
کہ جو ضرورتیں انہیں درپیش ہوں وہ
پوری کر لیں جیسے مولفۃ القلوب کی حاجت
روائی وغیرہ۔ پس اگر اس کے بعد کچھ
بچ جائے تو اس سے خمس نکال کر تمام
مستحقین پر تقسیم کر دیں اور باقی مجاہدین
پر۔ اور اگر یہ ضروریات پوری کرنے
کے بعد کچھ نہ بچے تو ان کی کوئی چیز
نہیں ہے اور نہ مجاہدین کو زمینوں
سے کچھ مل سکتا ہے اور نہ اس مال کو
جس پر تسلط حاصل کیا تھا اور نہ اس
پر جسے لشکر گھیرے رہا اور نہ عربوں کو

الارضین لاما غلبوا علیه
ولاما احتوی علیه العسکر
ولیس للاعراب من القسمة
شیئ (اصول کافی ص۳۵۲)

۱۷۔ والارضون التی اخذت
عنوة من غیر خیل ولا رجال
فهی موقوفة متروکة فی
ید من یعمرها ویحییها
ویقوم علیها ما یصالحهم
الوالی علی قدر طاقتهم
من الحق النصف والثلث
والثلثین وعلی قدر ما یکون
لهم صلاحا ولا یضرهم فاذا
اخرج منه ما اخرج بدأ
فاخرج منه العشر من الجمیع
ما سقت السماء او سقی سیحا
ونصف العشر مما سقی
بالدوالی والنواضح فاخذه
الوالی فوجهه فی الجهة التی

اس سے کوئی حصہ ملے گا۔

اور جو زمینیں بلا مشقت اور بلا جنگ
و جدل حاصل ہوئی ہوں۔ وہ وقف
اور ان کے قبضہ میں رہیں گی جو
انہیں آباد اور تعمیر کریں اور جو حق امام
ان کے لئے مقرر فرما دیں وہ برقرار
رہے گا۔ نصف ہو یا تہائی یا دو تہائی
بہر حال اس قدر جو ان کے لئے مناسب
ہو اور نقصان رساں نہ ہو پس جب
ابتدائی خرچ وضع کریں تو اس سب
میں سے دسواں حصہ نکالیں اگر بارش
یا سیلاب سے سیراب ہوتی ہوں
اور بیسواں حصہ کو اگر چرخ سے سیراب
ہوئی ہوں پس امام اسے یکساں آٹھ
حصوں میں تقسیم کریں گے جن کا خدا
نے حکم دیا ہے یعنی فقرا و مساکین الخ

وجّهها الله علی ثمانیۃ اسهم
الفقراء والمساکین والعاملین
علیها والمؤلفۃ قلوبهم
وفی الرقاب والغارمین و
فی سبیل الله وابن السبیل ثمانیۃ
اسهم یقسّم بینهم فی مواضعهم
بمقدار ما یستغنون بہ فی
سنتهم بلا ضیق ولا تقتیر فان
فضل فی ذالک شیئ رد الی الوالی
وان نقص من ذالک شیئ

ولم یکتفوا بہ کان علی الوالی
ان یمونهم من عندہ بقدر
سعتهم حتی یستغنوا ویؤخذ
بعد ما بقی من العشر فیقسم
بین الوالی وبین شرکائہ
الذین هم عمال الارض واکرتها
فیدفع الیهم انصباءهم
علی ما صالحهم علیہ ویؤخذ

عمال اور مؤلفۃ القلوب اور غلاموں کے
آزاد کرانے کے لئے اور قرضداروں میں
اور خدا کی راہ میں اور مسافروں پر یہ
آٹھ حصے اپنے اپنے محل پر اس طرح
تقسیم کریں گے۔ کہ سب حصہ دار ایک
سال کے خرچ کے لئے مستغنی ہو جائیں
نہ بہت تنگی سے اور نہ بہت زیادہ
پس اگر اس زکوٰۃ سے کچھ بچ رہے تو
وہ امام کا ہوگا۔ اور اگر حصہ داروں کی
ضرورت باقی رہ جائے تو امام انہیں
سال کا اتنا خرچ اپنے پاس سے ادا
کریں جتنی انہیں ضرورت ہو اور جس
سے وہ مستغنی ہو جائیں۔ عشر تقسیم
کرنے کے بعد مابقی امام اور کاشتکاروں
کے درمیان اس معاہدہ کے مطابق
تقسیم ہوگا۔ جیسا عہد ہوا تھا۔ پس حسب
قرارداد ان کو ان کے حصے دے کر
مابقی سے انہیں رزق دیا جائے جو
دین خدا میں ان کے مددگار ہیں اور

اسیاتی فیکون بعد ذالک ارزاق
اعوانهم علی دین الله و فی
مصلحة ما ینوبه من تقویة
الاسلام وتقویة الدین فی
وجوه الجهاد وغیر ذالک مما
فیه مصلحة العامة لیس
لنفسه من ذالک قلیل ولا
کثیر (اصول کافی ص ٣٥٢)

تقویت اسلام اور تقویت دین کے
کاموں میں جیسا مناسب ہو صرف
کریں۔ امور جہاد وغیرہ کے کاموں
میں جن میں عوام کا مفاد ہو ان میں
ان کی ذات کے لئے کچھ نہیں ہے
نہ کم نہ زیادہ۔

علمائے کرام کا فیصلہ انفال کے بارے میں

علمائے کرام نے کتب فقہ میں لفظ بہ لفظ وہی فیصلہ درج فرمایا ہے جو حضرات معصومین ؑ نے متعدد احادیث میں ارشاد فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

١٨۔ الاول الانفال وهی ما یستحقه
الامام من الاموال علی جهة الخصوص
کما کان للنبی علیه السلام وهی
خمسة الارض التی من غیر
قتال سواء انجلی اهلها او سلموا
طوعا والارضون الموات
سواء ملکت ثم باد اهلها

اول انفال اور مخصوص مال ہیں جن کے
خصوصی طور پر امام مالک ہیں جس طرح پیغمبر
اسلام وارث تھے اور وہ پانچ ہیں ایک
وہ زمین جو بغیر جنگ کے حاصل ہو خواہ
اس کے مالک چلے گئے ہوں یا انہوں
نے سپرد کر دی ہو خوشی سے۔ اور
غیر آباد زمینیں خواہ ملکیت ہوں پھر

او لم يجر عليها ملك كالمفاوز سيف البحر ورؤس الجبال وما يكون بها من المناقع و كذا بطون الاودية والاجام واذا فتحت دار الحرب فما كان بسلطانهم من قطائع وصفايا فهي للامام اذا لم تكن مغصوبة من مسلم او معاهد كذا له ان يصطفي من الغنيمة ما شاء من فرس وثوب او جارية او غير ذالك ما لم يجحف وما يغنمه المقاتلون بغير اذنه فهو له عليه السلام (شرائع الاسلام طبع شاہی ص ۷۳)

اس کے مالک ہلاک ہو گئے ہوں۔ یا ان کا کوئی مالک ہی نہ ہو جیسے جنگل شکم دریا اور پہاڑوں کی چوٹیاں اور ان سے جو فائدے حاصل ہوں اور اسی طرح وادی اور صحرا اور جب میدانِ جنگ فتح ہو تو ان کے بادشاہ کے جو مخصوص مال ہوں وہ امام کے ہیں جب کہ وہ مسلمان اور صاحب عہد سے غصب نہ کئے گئے ہوں۔ اسی طرح امام کو حق ہے کہ وہ مال غنیمت میں سے جو چاہیں منتخب کر لیں۔ گھوڑے۔ کپڑے۔ کنیز وغیرہ سے۔ قتال کرنے والے اذن امام کے بغیر جنگ کر کے جو مال لے آئیں وہ بھی امام کا ہے۔

۱۹ - لا يجوز التصرف في ذالك بغير اذنه ولو تصرف متصرف كان غاصبا ولو حصلت له فائدة كانت للامام (شرائع الاسلام طبع شاہی ص ۷۳)

اس میں اذن امام کے بغیر تصرف جائز نہیں ہے اور اگر کوئی تصرف کرے تو وہ غاصب ہوگا اور اگر اسے کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ بھی امام کا ہے۔

٢٠۔ المراد منه لا يجوز التصرف في ذالك يعني الانفال بغير اذن الامام في حال حضوره كما نص عليه في المعتبر اما في حال الغيبة فالاصح اباحة الجميع كما نص عليه الشهيدان و جماعة للاخبار الكثيرة المتضمنة لاباحة حقوقهم لشيعتهم ما ا الغيبة۔
(حاشیہ شرائع الاسلام طبع شاہی ص۲)

اس سے مراد کہ اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔ یہ ہے کہ انفال میں بغیر اذن امام جب کہ وہ موجود ہوں تصرف جائز نہیں ہے جیسا کہ اس پر نص کی ہے معتبر میں۔ رہا حال غیبت میں پس یہ ہے کہ جمع کرنا مباح ہے جیسا کہ اس پر شہیدین نے نص کی ہے۔ اور ایک جماعت نے بہ سبب کثیر اخبارات کے جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کے سب حقوق حالت غیبت میں ان کے شیعوں کو حلال ہیں۔

٢١۔ والانفال كل ارض خربت باد اهلها وكل ارض لم يوجف عليه بخيل ولا ركاب وكل ارض سلمها اهلها من غير قتال ورؤس الجبال وبطون الاودية والموات التي لا ارباب لها والآجام وصوافي الملوك وقطائعهم غير المغصوبة

اور انفال ہر وہ زمین ہے جو اس کے اہل کے نہ رہنے کی وجہ سے غیر آباد ہو جائے اور ہر وہ زمین جو جنگ کرکے نہ لی گئی ہو اور پہاڑوں کی چوٹیاں اور دامن کوہ اور غیر آباد زمینیں جن کے مالک نہ ہوں اور جنگل و صحراء اور بادشاہوں کے مخصوص مال جو غصبی نہ ہوں انسان کی میراث

ومیراث من لا وارث لہ
والغنائم الماخوذة من
غیر اذن الامام فهذا کلها
للامام واباح لنا المساکن و
المتاجر والمناکح۔

(تبصرة المتعلمین علامہ حلی طبع بمبئی ص ۴۴-۴۵)

جن کا کوئی وارث نہ ہو۔ اور مال
غنیمت جو جنگ سے بلا اذن امام
حاصل کیا گیا ہو۔ پس یہ سب امام کا
ہے۔ اور ہم پر تجارتیں اور مکان اور
نکاح حلال کر دیئے گئے ہیں۔

اسلام کا بیت المال

مذکورہ بالا احادیث کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیاں، دامن کوہ، شکم دریا، جنگل، صحرا، لاوارث مال، غیر آباد اور افتادہ زمینیں۔ بادشاہان دنیا کے وہ مخصوص مال جو غصبی نہ ہوں۔ اس جنگ کی لوٹ کا مال جو اذن رسولؐ یا امام کے بغیر لڑی گئی ہو۔ یہ سب انفال یعنی اسلام کا بیت المال ہے جس کے مالک و مختار خدا اور رسولؐ اور ان کے بعد امام ہیں۔ ان کی تقسیم اور اس سے اسلامی ضروریات کی تکمیل ان کا فرض ہے اور انہی کو اسکا اختیار حاصل ہے۔ بلکہ وہ اگر ضرورت سمجھیں تو میدانِ جنگ سے حاصل شدہ مال میں سے تقسیم سے قبل بقدر ضرورت لیکر مصالح مومنین اور مولفۃ القلوب وغیرہ پر صرف کر سکتے ہیں اس کے بعد اگر کچھ بچے تو چار حصے مجاہدین پر اور پانچواں حصہ مستحقین خمس پر تقسیم فرما دیں اور اگر کچھ نہ بچے تو اُن سے کوئی باز پرس نہیں کی جا سکتی۔

انفال کا مقصدِ اہم

انفال جیسا کہ اس کے تفصیلات حضرات معصومینؑ کے ارشادات کی روشنی میں پیش کیئے گئے ہیں یہ ایک اسلامی خزانہ یا بیت المال ہے جس سے مسلمانوں کی ہر شخصی۔ قومی۔ مذہبی۔ اقتصادی اور سیاسی ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے جس کے واحد مالک و مختار خدا اور رسولؐ اور رسولؐ کے بعد امام ہیں۔ مگر یہ اس وقت ممکن ہے جب رسولؐ یا امام کو دنیاوی اقتدار اور ملک پر تسلط حاصل ہو تاکہ انفال براہِ راست ان کے قبضہ و اختیار میں رہیں اور حسب ضرورت و مصلحت وہ جب اور جس قدر مناسب سمجھیں جہاں چاہیں تقسیم کر سکیں۔ ان کے قبضہ و اختیار یا تقسیم میں کوئی طاقت حائل و مانع نہ ہو جیسا کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرتؐ کو حاصل تھی۔

لیکن اگر حکومت کی باگ ڈور کسی اور کے ہاتھ میں چلی جائے اور امام کو ان کے اختیارات سے محروم کر دیا جائے تو اس صورت میں وہ نہ انفال پہ قابو پا سکتے ہیں اور نہ حسب ضرورت تقسیم فرما سکتے ہیں اور نہ وہ ضروریات پورے ہو سکتے ہیں جن کے لیئے انفال مقرر کیئے گئے تھے۔

خداوند عالم عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے معلوم تھا کہ رسولؐ اسلام کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام انفال سے اسی طرح محروم رہیں گے۔ جیسے حکومت و اقتدار سے۔ اس لئے بحیثیت لطف بھی خدا پہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ انفال کے علاوہ خمس و زکوٰۃ جن کا حصول باوجود حکومت و اقتدار نہ ہونے کے محال

نہیں ہے بلکہ ان کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے اور رہے گا۔ ان میں اس اسلامی خزانہ کی اس قدر گنجائش رکھے کہ ملت اسلامی کے شخصی یا نوعی یا مذہبی ضروریات جو بر بقاء اسلام و اہل اسلام موقوف ہے بالکل بند اور ان کے دروازے مسدود نہ ہو جائیں اور ان کا سلسلہ بقدر امکان و وسعت جاری رہے۔ اس لئے قدرت نے خمس و زکوٰۃ کے ایسے قواعد مقرر فرمائے ہیں کہ ان کا سلسلہ بروز قیامت تک جاری رہے گا اس لئے کہ مستحقین اور ان کی ضرورت قیامت تک رہے گی۔ دوسرے یہ کہ مستحقین پر تقسیم کرنے کے بعد بھی اسلامی خزانہ کسی قدر محفوظ رہے اور وہ شخصی یا نوعی یا مذہبی ضروریات جو ان پر موقوف ہیں بالکل بند نہ ہونے پائیں تاکہ شریعت اسلام جو شریعت حقہ ہے اس کے عقیدت مند عسر و حرج کی کشمکش اور اقتصادی تنگیوں میں مبتلا ہو کر قانون اسلام کی پابندی ترک کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں اور دین اسلام جو اکمل ادیان اور آخری دین ہے وہ بھی اس کا کوئی علاج یا انتظام کر سکے اور اگر ایسا ہوا تو ایسا دین جس کا دعویٰ تو یہ ہو کہ وہ قیامت تک کے لئے ہے پھر بھی قیامت تک کے مشکلات کا حل نہ بتلا سکے وہ کامل نہیں ہو سکتا۔

وجوبِ خمس و زکوٰۃ

پر ایمان

ضروریاتِ دین سے ہے

وجوب خمس و زکوٰۃ پر تمام مسلمان ہمیشہ متفق رہے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کے صریحی احکام موجود ہیں اور فریقین کے کتب حدیث و فقہ بھی ایسے احادیث اور فتووں سے پر ہیں جن میں سے بعض درج کئے جاتے ہیں۔

منکرِ خمس مسلمان نہیں ہے

جو وجوب خمس کا قائل نہ ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور خمس ادا کئیے بغیر کوئی خرید و فروخت اور معاملہ حلال نہیں ہے۔

۱۔ والمسلم من یفی اللہ ما عهد الیہ ولیس المسلم من اجاب باللسان وخالف بالقلب (اصول کافی جلد اول ص۳۵۸)

مسلمان وہ ہے جو اپنا وعدہ جو خدا سے کر چکا ہے پورا کرے وہ مسلمان نہیں ہے جو زبان سے قبول کرے مگر دل سے مخالف ہو۔

استبصار جلد ۲ ص ۳۴

٢. لا يحل لاحد أن يشتري من الخمس شيئاً حتى يصل الينا حقنا (اكمال الدين)

کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ خمس سے کوئی شے خرید لے جب تک ہمارا حق ہم کو نہ پہنچا دے۔

٣. كتب رجل من تجار فارس من بعض موالي ابي الحسن الرضا عليه السلام يسأله الاذن في الخمس فكتب اليه بسم الله الرحمن الرحيم ان الله واسع كريم ضمن على العمل الثواب وعلى الضيق العقاب اللهم لا يحل مال الا من وجه احله الله تعالى ان الخمس عوننا على ديننا وعلى موالينا وعلى عيالاتنا فلا تزووه عنا ولا تحرموا انفسكم دعاءنا ما قدرتم عليه فان اخراجه مفتاح رزقكم وتمحيص ذنوبكم وما تمهدون لانفسكم ليوم فاقتكم والمسلم

حضرت امام رضا علیہ السلام کے موالی میں سے کسی نے آپکو لکھا کہ آپ اسے خمس کی اجازت دیں۔ پس آپ نے اسے یہ جواب دیا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خدا بڑا وسعت والا کریم ہے۔ اس نے عمل نیک پر ثواب کی اور عمل بد پر عقاب کی ضمانت کی ہے۔ کوئی مال حلال نہیں ہے مگر اس طریقہ سے جس طریقے سے خداوند عالم نے حلال کیا ہے خمس یقیناً ہماری مدد ہے۔ ہمارے دین اور موالی اور عیال پر پس اسے ہم سے علاحدہ نہ کرو اور جس قدر ہو سکے اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو کیونکہ خمس ادا کرنا تمہارے رزق کی کنجی اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور اس دن کے لئے ذخیرہ ہے۔ جب ہر نفس محتاج ہوگا اور مسلمان وہ

من یمنی اللہ ما عاھد علیہ ولیس المسلم من اجاب باللسان وخالفہ بالقلب (اصول کافی ص۲۵۹) | ہے کہ جو خدا سے جو وعدہ کر چکا ہے اسے پورا کرے۔ وہ مسلمان نہیں ہے کہ جو زبان سے قبول کرے اور دل کر مخالف ہو۔

۴۔ قدم قوم من خراسان علی ابی الحسن الرضا علیہ السلام فسالوہ ان یجعلھم فی حل من الخمس فقال ما احل ھذا تمحضونا بالمودۃ بالسنتکم وتزوون عنا حقنا جعل اللہ لنا وجعلنا لہ وھو الخمس لانجعل لانجعل لانجعل لاحد منکم فی حل۔ (اصول کافی جلد اول ص۳۵۸) استبصار جلد ۲ ص۳۴ | خراسان سے ایک گروہ امام رضا علیہ السلام کے پاس آیا اور انہوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ ان پر خمس معاف رکھیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں معاف نہیں کرتا۔ تم ہم سے خلوص محبت کا زبان سے تو دعوے کرتے ہو۔ مگر ہم سے ہمارا حق دور رکھتے ہو۔ جو خدا نے ہمارے لئے اور ہمیں اس کیلئے مقرر فرمایا ہے اور وہ خمس وہ ہے ہم حلال نہیں کرتے۔ حلال نہیں کرتے حلال نہیں کرتے ہم میں سے کسی پر۔

منکر خمس ملعون ہے!

جو شخص وجوب خمس کا منکر ہو اسے معصومین نے ملعون اعتبار فرمایا ہے ملاحظہ ہو

٥۔ من استحل ما فی یدہ من اموالنا او یتصرف فیہ تصرفہ فی مالہ من غیر امرنا فہو ملعون ونحن خصماءہ یوم القیامۃ (اکمال الدین اتمام النعمۃ صفحہ ٢٨٧)

جس کے قبضہ میں ہمارے مال ہیں اور وہ انہیں حلال سمجھے یا ان میں تصرف کرے اس طرح جیسے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے بغیر ہماری اجازت کے تو وہ ملعون ہے اور یہ بروز قیامت اس کے دشمن ہوں گے۔

ارشاد صاحب العصر علیہ السلام

٦۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین علی من اکل مالنا درہماً حراماً (اکمال الدین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی اس پر لعنت ہے، جو ہمارے مال میں سے ایک درہم بھی کھائے جو حرام ہے۔

٧۔ قال النبی المستحل من عترتی ما حرم اللہ ملعون علی لسانی ولسان کل نبی مجاب فمن ظلمنا کان من جملۃ الظالمین وکان لعنۃ اللہ علیہ یقول لعنۃ اللہ علی الظالمین (اکمال الدین صفحہ ٢٨٧)

سرور کائنات نے فرمایا کہ خدا نے میری عترت کے جس مال کو حرام کیا ہے جو اسے حلال سمجھے وہ ملعون ہے میری زبان پر اور مجاب الدعوات نبی کی زبان پر پس جو ہم پر ظلم کرے وہ ظالموں میں سے ہوگا اور بقول لعنۃ اللہ علی الظالمین اس پر خدا کی لعنت ہوگی

۸۔ لا یحل لاحد ان یتصرف من مال غیرہ بغیر اذنہ فکیف یجوز ذالک من مالنا غیر لصرنا فانہ من استحل منا ما حرام علیہ ومن اکل من اموالنا شیئا فانما یاکل فی بطنہ نارا وسیصلی سعیرا (اکمال الدین صفحہ ۲۸۹)

کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ مال غیر میں تصرف کرے۔ اس کی اجازت کے بغیر پس ہماری اجازت کے بغیر ہمارے مال میں کیونکر تصرف جائز ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص ہمارے اس مال کو حلال سمجھے جو اس پر حرام ہو یا جو ہمارے مال میں سے کچھ کھالے وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتا ہے اور عنقریب آگ میں جلے گا۔

۹۔ والمتلبسون باموالنا من یتخذ شیئا منها فاکله انما یاکل المیزان (اکمال الدین صفحہ ۲۸۹)

جو لوگ ہمارے مال میں سے کچھ کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔

صحّت نماز و روزہ کی شرط خمس ہے

اگر خمس ادا نہ کرے تو نماز و روزہ اور دیگر اعمال و عبادات بیکار اور ضائع ہو جائیں گے۔

۱۰۔ عن یزید قال کتبت جعلت الفداء تعلمنی ما الفائدۃ وما حدها عندک الباقی

یزید سے روایت ہے کہ میں نے لکھا آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے تعلیم دیجئے کہ وہ فائدہ کیا ہے اور اس

الله ان تمن علی ببیان ذالک
لکیلا اکون مقیما علی حرام لا
صلوٰۃ ولا صوم

(اصول کافی جلد اول ص۲۵۶)

۱۱ عن محمد بن عیسیٰ بن
عبید الیقطینی قال کتبت الی
الامام علی بن محمد بن علی
علیہ السلام رجل جعل لک
جعلنی الله فداک شیئا من
مالہ ثم احتاج الیہ لیاخذہ
لنفسہ او یبعث الیک قال
ھو بالخیار فی ذالک ما لم
یخرج عن یدہ ولو وصل الینا
الرائینا ان نواسیہ بہ اذ
قد احتاج الیہ ۔ ص۲۲۷

(اصول کافی ۔ جلد ا کمال الدین)

کی حد کس قدر ہے آپ کے نزدیک
خدا آپ کو زندہ رکھے مجھ پر احسان
کر کے بیان فرما دیں تاکہ میں حرام پر
قائم نہ رہوں کہ نہ روزہ ہو اور نہ نماز

محمد بن عیسیٰ بن عبید یقطینی سے روایت
ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام
کو لکھا کہ ایک شخص نے آپ کے
لئے خدا مجھے آپ پر قربان کرے
اپنا کچھ مال رکھا پھر خود اس کا محتاج
ہو گیا ہے۔ اب اسے اپنے اوپر
صرف کرے یا آپ کی طرف ارسال
کر دے۔ فرمایا اس میں اسے اختیار
ہے۔ جب تک ہاتھ سے جدا نہیں کیا،
اور اگر وہ ہم تک پہنچ جاتا تو ہم دیکھتے
کہ اس سے اس کی مدد کریں اس
لئے کہ وہ اس کا محتاج ہے۔

امام کسی کے محتاج نہیں لوگ ان کے محتاج ہیں

خمس اس لئے واجب نہیں کیا گیا کہ امام لوگوں کے مال کے محتاج ہیں بلکہ جو ایسا خیال کرے وہ کافر ہے۔ لوگ ان کے محتاج ہیں۔

۱۲۔ قال ابو عبد اللہ علیہ السلام من زعم ان الامام یحتاج الی ما فی ایدی الناس فھو کافر انما الناس یحتاجون الی ان یقبل منھم الامام قال اللہ عزوجل خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا (اصول کافی ص۳۵۰)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرے کہ جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ امام اس کے محتاج ہیں وہ کافر ہے لوگ اس کے محتاج ہیں کہ امام ان سے قبول فرما لیں۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر کے انہیں پاک کردو اور اس سے انہیں پاکیزہ بنا دو۔

۱۳۔ سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول ان اللہ لم یسأل خلقہ ما فی ایدیھم قرضا من حاجۃ بہ الی ذالک وما کان للہ من حق فانما ھو لولیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ و من

میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا فرما رہے ہیں کہ خدا نے لوگوں کے مال کسی حاجت کی وجہ سے قرض نہیں مانگے اور جو خدا کا حق ہے وہی اس کے ولی کا حق ہے۔ یہ اشارہ ہے۔ قولہ

يقرض الله قرضا حسنا فيضاعف له وله اجر كريم (اصول كافی ص۳۵۱) — باری تعالیٰ کی طرف کہ جو شخص خدا کو قرض حسنہ دے گا۔ خدا اسے دوگنا عطا کرے گا اور اس کے لئے بڑا اجر ہے

خمس اور علمائے کرام کے ارشادات

مذکورہ احادیث کے حرف بہ حرف مطابق علمائے کرام کے یہ ارشادات ہیں جو درج کئے جاتے ہیں۔

۱۴۔ الخمس وهو من الفرائض وقد جعلها الله تعالىٰ لمحمد وذريته عوضا عن الزكوٰة اكراما لهم ومن منع منه درهما او اقل كان من الظالمين لهم والغاصبين لحقهم بل من كان مستحلاً لذالك كان من الكافرين ففي الخبر عن ابي بصير قال قلت لابي جعفر ما ايسر ما يدخل به العبد النار قال من اكل من مال اليتيم درهما ونحن اليتيم وعن الصادق عليه السلام ان الله لا اله الا هو حيث حرم علينا — خمس فرائض میں سے ہے اور خدا نے اسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی ذریت کے لئے قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ کے عوض میں ان کے اکرام کے لئے جو اس سے ایک درہم بھی منع کرے یا حلال سمجھے تو انکار خمس ہے اور ان کے حق کا غاصب ہوگا بلکہ جو اسے حلال سمجھ لے وہ کافرین میں سے ہے۔ پس ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ انسان بلا تاخیر کس طرح آگ میں داخل ہو جاتا ہے۔ فرمایا

الصدقة وانزل لنا الخمس	جو مال یتیم کھالے ایک درہم ہی کیوں
فالصدقة علینا حرام	نہ ہو اور ہم یتیم ہیں اور امام جعفر صادق
والخمس لنا فریضة والکرامة	علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا
لنا حلال وعن ابی جعفر قال لا	وحدہٗ لاشریک ہے کیوں کہ اس نے
یحل لاحد ان یشتری من	ہم پر صدقہ حرام کیا ہے اور تمہارے
الخمس شیئا حتی یصل الینا	لیے خمس کا حکم دیا ہے۔ پس ہم پر
حقنا وعن ابی عبدالله علیه	صدقہ حرام ہے اور خمس ہمارا حق
السلام لا یعذر عبد اشتری	ہے اور کرامت ہمارے لیئے حلال
من الخمس شیئا ان یقول یارب	ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے
اشتریته بمالی حتی یاذن له	ہیں کہ کسی کو جائز نہیں ہے کہ خمس
اهل الخمس۔	سے کوئی شئے خریدے جب تک
(عروة الوثقی ص ۳۰۳)	ہمارا حق ہم تک نہ پہونچ جاوے

اور امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص خمس سے کوئی چیز خریدے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ خدا وندا میں نے اسے اپنے مال سے خریدا ہے جبتک اسے اہل خمس اجازت نہ دے دیں۔

ان احادیث وکتب فقہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خمس ایسا اہم فریضہ ہے کہ اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔ ملعون ہے اور جو خمس ادا نہ کرے بلکہ خود کھائے وہ آگ کھاتا ہے اور آگ میں جلے گا۔ خمس ادا کئے بغیر اس سے کوئی چیز خریدنا ناجائز ہے۔ کوئی شخص مال خمس کو اپنا مال نہیں کہہ سکتا۔ خمس

امام نے کس حالت میں ان پر معاف نہیں فرمایا جن پر خمس ادا کرنا واجب ہے
خداوند عالم نے خمس در رسولؐ و آلِ رسولؐ کا حق قرار دیا ہے۔ ان کا اکرام فرمایا
ہے۔ اور انہیں صدقہ سے محفوظ رکھا ہے یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ امام خمس
کے محتاج ہیں۔ نہیں بلکہ لوگ محتاج ہیں کہ امام ان سے قبول فرمالیں جو شخص خمس
نہ ادا کرے اس کے روزہ نماز وغیرہ اعمال درست نہیں رہتے اس لئے کہ
وہ حق اللہ اور حق الناس کا مجرم ہونے کے علاوہ اس مال کو اپنے تصرف میں
لا رہا ہے جو درحقیقت اس کا نہیں ہے اور اسے اس کا استعمال ناجائز ہے
امام یہ خمس وصول کر کے حق سادات ادا کرنے کے علاوہ امور دین پر بھی صرف
فرماتے رہے ہیں اور اپنے غلاموں اور اہل و عیال پر بھی حتیٰ کہ اگر خمس ادا کرنے
والا ادائے خمس کے بعد صاحب حاجت ہو گیا تو اس سے کی بھی مدد فرماتے رہے ہیں
اس لئے کہ انہیں حق سادات ادا کرنے کے بعد سہم امام کے استعمال میں حسب
ضرورت و مصلحت اختیارِ کلی حاصل ہے۔

فیئ

قرآن مجید میں فیئ کا ذکر اور حکم ان الفاظ میں آیا ہے۔

ما افاء اللہ علی رسوله من اهل القرٰی فللّٰه وللرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی والمساکین وابن السبیل۔

خدا نے جو مال اپنے رسول کو قریہ والوں سے واپس دلایا پس وہ اللہ اور رسول اور امام اور سادات کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

لغت میں فیئ وہ شے ہے جو واپس ہو یا واپس ملے۔ اسی لئے اس سایہ کو بھی فیئ کہتے ہیں جو مغرب سے مشرق کی طرف واپس ہوتا ہے اور اصطلاح شریعت میں فیئ وہ مال ہے جو جنگ وجدل کے بغیر کفار سے حاصل ہو۔ جیسا کہ مندرجہ احادیث میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(۱) عن محمد بن علی الحلبی عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال سألته عن الانفال فقال ما کان من الارضین باد اهلها وفی غیر ذالک من الانفال

(۱) محمد بن علبی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا انفال کے بارے میں فرمایا کہ جن زمینوں کے مالک مرچکے ہوں اس کے علاوہ انفال ہمارے ہیں۔ اور فرمایا کہ سورۃ

هو لنا وقال سورة الانفال
فيه جدع الانف وهو
مما افاء الله على رسوله
من اهل القرى فما اوجفتم
عليه من خيل ولا ركاب
ولكن الله يسلط رسله
على من يشاء۔ وقال الفيئ
ماكان من اموال لم يكن
فيها هراقة دم او قتل و
الانفال مثل ذالك۔
(تہذیب جلد اول ص۳۸۳)

(۲) عن ابی جعفر قال
سمعتهٗ يقول الفيئ و
الانفال ماكان من ارض
لم يكن فيها هراقة دماء
وقوم صولحوا واعطوا
بايديهم وما كان بارض
خربة او بطون اودية
فهو كله من الفيئ۔

انفال میں ہمارے مخالفوں کی
ناک کاٹ ڈالی گئی ہے اور وہ
اس مال سے ہے جو خدا نے
اپنے رسول کو واپس دلوایا ہے
نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے
نہ اونٹ۔ لیکن خدا اپنے رسول
کو جس پر چاہے مسلط کر دیتا ہے
اور فرمایا کہ فیئ ان مالوں سے
ہے جن میں خونریزی اور قتل و
غارت نہ ہو۔ اور انفال اس
کے مثل ہے۔

(۲) راوی کہتا ہے کہ میں نے
امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا
ہے کہ فرماتے ہیں کہ فیئ اور
انفال وہ زمین ہے جو جنگ و
جدل کے بغیر حاصل ہو۔ یا کفار
نے صلح سے دیدی ہو یا اپنے
ہاتھوں سے پیش کی ہو۔ یا
غیر آباد زمینیں یا وادی۔ یہ

فهذا لله ولرسوله فما كان لله فهو لرسوله يضعه حيث يشاء (تہذیب جلد اوّل ص۱۲۰ ص۳۸۲ البرہان جلد اول ص۳۸۲ و جلد۲)	سب فیئ ہے۔ پس یہ خدا و رسول کا ہے۔ اور جو خدا کا ہے وہ بھی رسول کا ہے۔ جو چاہے کریں۔

بکثرت احادیث فیئ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ فیئ انفال کی مثل ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ فیئ صرف اس مال کو کہتے ہیں جو کفار سے جنگ و جدل کے بغیر واپس ملا ہو۔ اور انفال عام ہے۔

غنیمت کے معنی

اور

شیعہ اور سنّی مسلک میں فرق

غنیمت کے معنی تمام لغاتِ عرب میں فائدہ ہیں اسی لئے عرب میں بطور دعا عام طور سے اسالما غانما استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی سلامتی سے اور فائدہ میں رہو۔

منجملہ اور فوائد کے وہ فائدہ بھی ہے جو قبائل عرب قبل از اسلام باہم جنگ کر کے اور غارت کر کے ایک دوسرے سے حاصل کرتے تھے اسی طرح ہجرتِ نبویؐ کے بعد مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ وغیرہ کے حملوں کے دفاع میں دشمنانِ اسلام سے جن غزوات کی نوبت آئی اور جو اموال حاصل ہوئے وہ بھی فائدہ کی ایک قسم تھی۔ اور اسے بھی غنیمت کہا جاتا تھا۔ آنحضرتؐ کے بعد چونکہ حکومتِ وقت کے تمام توجہات صرف ملک گیری اور جنگ و جدل پر مرکوز ہو گئے۔ اور مدتوں رہے جیسا کہ مصر و شام و فلسطین و ایران و افغانستان کے فتوحات اس کا شاہد بیّن ہیں۔ اس لئے ان مواقع پر جو بے شمار مال و متاع اور کنیزیں وغیرہ حاصل کی جاتی رہیں۔ اور ان سے تمام مسلمانوں کو حصے ملتے رہے اور جس طرح اس عہد کے مسلم حکمرانوں کو خلیفہ کہا جاتا رہا۔ اسی طرح

ان اموال کو بھی مالِ غنیمت کہا جاتا رہا۔ اس لئے جو لوگ آنحضرتؐ کے بعد حکومتِ وقت کے نظام میں شریک یا ان سے وابستہ رہے وہ دیکھتے دیکھتے اور سنتے سنتے یہ سمجھنے لگے۔ کہ بس مالِ غنیمت یہی ہے جو جنگ کے بعد کفار سے لوٹا جائے۔ مسلسل جنگ و جدل کی وجہ سے نہ ان کی توجہ دوسرے مشاغل کی طرف ہو سکی۔ اور نہ یہ یاد رہا کہ غنیمت کے اور اقسام بھی ہیں اس لئے وہ آیۂ واعلموا ان ما غنمتم الخ کا بے دھڑک یہ ترجمہ سمجھے کہ جو مال تم کفار سے غلبہ کے بعد حاصل کرو۔ اس میں خمس واجب ہے اور بس۔

اور جو لوگ حجت خدا یعنی رسول یا امام کی اجازت کے بغیر جہاد ناجائز سمجھتے تھے اور جن کی نظر میں یہ ملک گیری نہ اسلامی جہاد تھا اور نہ اس سے حاصل شدہ مال مالِ غنیمت۔ بلکہ وہ صرف عہد رسول میں جنگ سے حاصل شدہ مال کو مالِ غنیمت سمجھتے رہے۔ وہ چونکہ آنحضرتؐ کے بعد ملک گیری سے کنارہ کش رہے۔ اور وہ تمام اقسام ان کی نظر اور عمل میں رہے جن پر خمس واجب تھا۔ اس لئے وہ غنیمت کے معنی وہی فائدہ سمجھتے رہے جو اس کے لغوی معنے ہیں اور جو انہیں رسول اسلام اور ان کے بعد حضرات ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بتلائے تھے۔ اس وجہ رسول و آلِ رسول کے ماننے والوں نے آیۂ مذکور کا یہ مطلب سمجھا کہ تم جو بھی فائدہ حاصل کرو اس پر خمس واجب ہے۔

یہ وجہ ہے کہ خمس کے متعلق مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو گئے اور

ہر ایک کا مسلک جُداگانہ ہے اہلِ سُنّت کی نظر میں غنیمت صرف وہ مال ہے۔ جو قہر و غلبہ کے بعد کفار سے حاصل ہو۔ اور شیعہ کی نظر میں غنیمت ہر وہ فائدہ ہے جو اقسام شرعی میں سے کسی ایک طریقہ سے حاصل ہو۔

غنیمت کے معنی میں اہلسنّت کا مسلک

تفاسیر اہل سنّت میں غنیمت کے معنی حسب ذیل بیان کیئے گئے ہیں:۔

(۱) والغنیمۃ فی الشریعۃ ما دخلت فی ایدی المسلمین من اموال المشرکین علیٰ سبیل القھر بالخیل والرکاب (تفسیر کبیر فخر الدین رازی جلد ۴ ص۱۷۱ طبع مصر)

(۱) شریعت میں غنیمت وہ مال ہے۔ جو جبر و قہر سے مسلمانوں کو مشرکین سے حاصل ہو لشکر کشی کے ذریعہ۔

(۲) والغنیمۃ مال حربیؒ اخذ قھرًا و غلبۃ۔ و من ھنا قال ابو حنیفۃ اذا دخل واحد او اثنان فی دار الحرب بغیر اذن الامام مغزین واخذوا من مال اھل الحرب شیئًا لایجب فیہ الخمس وان دخل اربعۃ یجب الخمس فیھا

(۲) اور غنیمت میدان جنگ کا مال ہے۔ جو قہر و غلبہ سے لیا گیا ہو۔ اسی لئے ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ جب ایک یا دو آدمی دار الحرب میں اذن امام کے بغیر داخل ہوں اور جنگ کرکے کفار حربی سے کچھ مال لے لیں تو اس میں خمس واجب نہیں ہے البتہ اگر چار آدمی ایسا کریں تو جو

اخذوا وفي المحيط عن ابي
يوسف انه قدر الجماعة التي
لامنعة لها سبعة والتي
لها منعة بعشرة ومذهب
الشافعي ومالك واكثر اهل
العلم انه يخمس ما اخذه
واحد تلصيصا لانه مال
حربي اخذ قهرا فكان
غنيمة فيخمس بالنص و
قال ابوحنيفة واحمد في
رواية عنه انه ليس بغنيمة
لانه لم يوخذ قهرا بل
اختلاسا وسرقة والمتلصص
انما ياخذ بحيلة فكان
اكتسابا مباحا من المباحات
(تفسیر مظہری جلد ۱۰ ص ۳۲ طبع
میرٹھ)

مال حاصل کریں اس میں خمس واجب ہے
اور محیط میں ابو یوسف سے مروی ہے
کہ جس جماعت کو یہ حق نہیں جہاں
کی تعداد سات آدمی ہے اور جنہیں
یہ حق ہے۔ ان کی تعداد دس
آدمی ہیں۔ اور امام شافعی و امام
مالک اور اکثر اہل علم کا یہ مذہب
ہے کہ جو مال چوری کر کے لیلے اس
میں سے خمس ادا کرے۔ کیونکہ وہ
کافر حربی کا مال ہے جو قہر سے لیا
گیا لہذا وہ غنیمت ہے لہذا وہ از روئے
نص خمس ادا کرے۔ اور ابوحنیفہ اور
احمد سے روایت ہے کہ وہ غنیمت
نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ قہر سے
نہیں لیا گیا۔ بلکہ چوری سے لیا
گیا ہے۔ اور چور ہمیشہ حیلہ اور
مکر سے لیتا ہے لہذا یہ مباح کمائی
ہے۔ مباحات میں سے۔

غنیمت کے معنی میں مذہب شیعہ کا مسلک

تمام احادیث و تفاسیر و کتب فقہ مذہب شیعہ اس پر متفق ہیں کہ آیۂ خمس میں غنیمت کے معنی فائدہ ہیں۔ اس کے شواہد اور ثبوت اس قدر ہیں کہ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ اور ناظرین اس کے مطالعہ سے گھبرا جائیں گے۔ اس لئے چند ارشادات بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں:-

(۱) عن سماعة قال سألت ابا الحسن علیه السلام عن الخمس فقال فی کل ما افاد الناس من قلیل او کثیر۔ (اصول کافی جلد اول ص۲۵۶ - تفسیر البرہان جلد اول ص۲۹۵)

(۱) سماعہ سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے خمس کے بارے میں دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ ہر وہ چیز جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ کم ہو یا زیادہ۔ اس میں خمس ہے۔

(۲) عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن یزید قال کتبت جعلت لك الفداء تعلمنی ما الفائدة وما حدها رأیك ابقاك الله ان تمنّ علیّ بیان ذالك لکیلا اکون

(۲) احمد بن محمد بن عیسٰے نے یزید سے روایت کی ہے کہ میں نے کہا کہ آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے تعلیم دیں کہ وہ فائدہ کیا ہے اور اس کی حد کیا ہے۔ اس میں آپ کی رائے کیا ہے خدا آپ کو زندہ رکھے بیان

مقیما علی حرام لا صلوٰۃ و لا صوم فکتب الفائدۃ مما تفید الیک فی تجارۃ من ربحہا وحرث بعد الغرام و جائزۃ (اصول کافی جلد اول ص ۳۵۶)

کرکے مجھ پر احسان فرمائیں تاکہ میں حرام پر قائم نہ رہوں نہ نماز ہو اور نہ روزہ پس جواب تحریر فرمایا کہ فائدہ وہ ہے جو تمہیں فائدہ پہنچائے تجارت اور کھیتی کے نفع سے خرچ کے بعد اور جائزہ یعنی انعام۔

(۳) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول الخ قال ھی واللہ الافادۃ یوما بیوم (تہذیب ص ۲۵ استبصار ص ۳۱)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت واعلموا انما غنمتم الخ کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ وہ خدا کی قسم روز روز کا فائدہ ہے۔

(۴) قال الشیخ والخمس واجب فی کل مغنم ثم قال والغنائم کلما استفید بالحرب من الاموال والسلاح والاثواب والرقیق وما استفید من المعادن والغوص والکنوز الخ (تہذیب ص ۲۵)

(۴) شیخ نے فرمایا کہ خمس ہر غنیمت میں واجب ہے۔ پھر فرمایا کہ غنیمت ہر وہ فائدہ ہے جو جہاد سے از قسم اموال یا اسلحہ یا لباس یا غلام حاصل ہو اور جو معدنیات اور دریاؤں اور خزانوں سے حاصل ہو یا عنبر اور وہ بھی جو تجارت زراعت یا

صنعت کے نفع سے بچے سال کے خرچ کے بعد۔

(۵) عن محمد بن حسن الاشعری قال اخبرنی عن حکم الخمس علی جمیع مایستفید الرجل من قلیل او کثیر من جمیع الضروب وعلی الضیاع وکیف ذالک فکتب بخطه الخمس بعد المؤنة (تہذیب ص۲۵۲ - استبصار ص۳۲ تفسیر برہان جلد اوّل ص۳۹۵)

(۵) محمد بن حسن اشعری سے مروی ہے انہوں نے دریافت کیا کہ ہر وہ فائدہ جو انسان حاصل کرے کم یا زیادہ تمام اقسام سے اور مال سے۔ اس کا کیا حکم ہے پس آپ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ پانچواں حصہ ہے سال کے خرچ کے بعد۔

(۶) فاما الغنائم والفوائد فهی واجبة علیهم فی کل عامٍ قال الله تعالیٰ واعلموا ان ما غنمتم من شیءٍ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم اٰمنتم بالله وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم التقی الجمعان۔ والله

(۶) لیکن غنیمتیں اور فائدے پس وہ ان پر ہر سال واجب ہیں۔ خداوند عالم نے فرمایا ہے واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل ان کنتم اٰمنتم بالله وما انزلنا علیٰ عبدنا یوم التقی الجمعان۔ والله

على كل شيء قدير۔ والغنائم
والفوائد يرحمك الله فهي
الغنيمة يغنمها المرء و
الفائدة يفيدها والجائزة
من الانسان للانسان التي
لها خطر عظيم والميراث
الذي لا يحتسب من غير
اب ولا ابن ومثل عدو
يصطلم فيؤخذ ماله ومثل
مال يؤخذ لا يعرف له
صاحبه الخ (استبصار جلد ۲ ص ۳۵
تهذيب الاحكام جلد اول ص ۳۵۵)

على كل شيء قدير۔ اور غنیمتیں
اور فائدے خدا تم پر رحم کرے وہ
غنیمت ہے جیسے انسان حاصل کرے
اور وہ فائدہ ہے جو اسے فائدہ پہنچے
اور وہ فائدہ مراد ہے جو ایک
انسان کو دوسرے انسان سے حاصل
ہوتا ہے اور اس کی بڑی شان
ہوتی ہے اور وہ میراث ہے جس
کا گمان ہی نہ ہو اور وہ باپ یا
بیٹے کے سوا ہو۔ اور مثل اس
دشمن کے مال کے ہے جس کی بیخکنی
کردی گئی ہو۔ اور اس کا مال
لے لیا جائے اور مثل اس مال کے جس
کا مالک معلوم نہ ہو۔

(۷) باب في وجوب الخمس
ما يستفيده الانسان حالاً
بعد حال (استبصار ج ۲
ص ۳۱ طبع نول کشور)

(۷) باب وجوب خمس میں۔ انسان
جو فائدہ حاصل کرے ایک حال
سے دوسرے حال کے بعد۔

(۸) وفي الكافي عن الصادق

(۸) اور کافی میں امام جعفر صادق

علیہ السلام ھی واللہ الافادۃ یومًا بیومٍ ا قول یعنی استفادۃ المال من اٰیۃ جھۃ کانت۔ (تفسیر صافی ص۲۶۹ و ص۲۲۰/۲۲۱)

علیہ السلام سے مروی ہے کہ وہ خدا کی قسم روز روز کا فائدہ ہے۔ یعنی مال کا فائدہ۔ جس جہت سے بھی ہو۔

(۹) ثم انہ یفھم من ظاھر الآیۃ وجوب الخمس فی کل غنیمۃ وھو فی اللغۃ بل العرف ایضا الفائدۃ ویشعر بہ بعض الاخبار مثل ما ورد فی التھذیب باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ واعلموا ان ما غنمتم من شیءٍ الآیۃ قال ھی واللہ الفائدۃ یومًا فیومًا۔ (مراۃ العقول جلد اول ص۱۲۱)

(۹) پھر یہ سمجھا جاتا ہے ظاہر آیت سے وجوب خمس ہر غنیمت میں اور غنیمت لغت بلکہ عرف میں فائدہ کو کہتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی یہی بتلاتے ہیں جیسا کہ تہذیب میں ایک روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے راوی نے آپ سے آیت واعلموا ان ما غنمتم الخ کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا۔ کہ وہ خدا کی قسم روز روز کا فائدہ ہے۔

(۱۰) فی التھذیب بسند صحیح عن علی بن مھزیار انہ کتب الیہ ابوجعفرای الجواد فی سنۃ عشرین

(۱۰) کتاب تہذیب میں صحیح سند کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے۔ کہ ابوجعفر یعنی امام جواد محمد تقی علیہ السلام نے اس کی طرف

وماتين الی ان قال فاما الغنائم والفوائد فهی واجبة عليهم فی کل عام الی آخر الخبر۔ (مرآة العقول جلد ۱ ص ۴۴۸)

۲۲۰ھ میں لکھا۔ یہاں تک کہ راوی نے کہا۔ کہ اس میں یہ بھی ہے کہ اموال اور فوائد کا خمس ان پر ہر سال واجب ہے تا آخر خبر۔

(۱۱) قال ابو عبد اللہ علیہ السلام علی امرء اغتنم واکتسب الخمس۔ (تفسیر البرہان جلد ۱ ص ۳۹۸ ایران)

(۱۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جو شخص غنیمت حاصل کرے اور کسب کرے۔ اس پر خمس ہے۔

(۱۲) واعلموا ان ما غنمتم الخ بدانید کہ غنیمت می یابید از کفار بقہر یا ہر ملکے کہ از ہر جہت دریافت می نمائید پس درستیکہ از برائے حق تعالی است خمس آں الخ (تفسیر آیات الولایة جلد اول ص ۹۲ طبع ایران از مرزا ابوالقاسم الحسینی الشیرازی)

(۱۲) واعلموا ان ما غنمتم الخ جان لو کہ جو مال کفار سے حاصل کرتے ہو قہر سے یا جو مال جس طریقہ سے حاصل کرتے ہو پس یقیناً اس کا پانچواں حصہ خدا کا ہے۔ الخ

(۱۳) فالغنيمة هی الفائدة المکتسبة سواء اکتسب

(۱۳) پس غنیمت حاصل کیا ہوا فائدہ ہے خواہ اصل مال سے حاصل

براس المال او بغيره كما
يستفاد من دار الحرب اوما
يحصل من حيازة المباحات
او نحو ذالك مما تقدم في
كتاب الخمس الذي يشهد
له مضافاً الى اللغة والنصوص
المفسرة لها في الاية بالفائدة
واذا وجب الخمس عندنا
في غير غنائم دار الحرب
خلافاً للعامة فخصوه بها
بدعوى السياق ذالك من
قوله تعالى غنمتم او نقلها
اليه المردودة مذهبها
خصوصاً بعد النص والفتوى
على انها مطلق الاستفادة
بالتكسب الخ

(جواہر الکلام جلد ۳ ص ۵۷۵)

ہو یا اس کے بغیر جیسے میدانِ جنگ
سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یا جو مباح
چیزوں کی حفاظت سے حاصل ہوتا
ہے یا اس کے مثل جو اس سے قبل کتاب
الخمس میں گذرا۔ جو اس پر گواہ ہے
علاوہ لغت اور ان احادیث کے
جو اس آیت کی تفسیر فائدہ سے کرتی
ہیں اور جب ہمارے نزدیک میدان
جنگ علاوہ غنیمتوں پر بھی خمس واجب ہے،
برخلاف اہلِ سنت کے جنہوں نے اسے
میدانِ جنگ سے مخصوص کر دیا۔
آیۃ غنمتم کے قرینہ کا دعویٰ کر کے
یا غنیمت کے اس معنی میں نقل ہونیکا
حالانکہ ان کا مذہب ردّ کے قابل ہے
خاصکر نص اور فتویٰ کے بعد کہ غنیمت
عام فائدہ حاصل کرنے کو کہتے ہیں کسب
کے ذریعہ۔

(۱۴) واصلها المال المكتسب
والمراد هنا ما اخذته الفئة

(۱۴) غنیمت کے اصلی و لغوی معنی
کمایا ہوا مال ہے اور اس کتاب الجہاد

المجاهدة على سبيل الغلبة لا باختلاس وسرقة فانه لآخذه ولا بجلاء اهله بغير قتال فانه للامام (شرح اللمعه، كتاب الجهاد الفصل الثالث فى الغنيمة ص۱۹۰)

ہیں اس سے مراد وہ مال ہے جو مجاہدین نے غلبہ کر کے حاصل کیا ہو نہ وہ مال جو غیر محفوظ مقام سے نکال لیا گیا ہو یا چوری کر لیا گیا ہو اور نہ وہ مال جو اس کے مالکوں کے جلاوطن ہونے سے حاصل ہو بغیر جہاد کے کیونکہ یہ سارا مال امام کا ہے

(۱۵) قوله اصلها المال المكتسب الخ لا فرق بين ان يكون مكتسبا براس مال و شبهة كارباح التجارات والزراعات والصناعات او المكتسب بالقتال والمحاربة وقد مضى حكم الاول فى باب الخمس والبحث هنا فى الثانى الخ (حاشيه شرح اللمعه جلد اول ص۱۹۱)

(۱۵) غنیمت کے اصل معنی کمایا ہوا مال ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ اصل مال یا اس کے مثل سے کمایا گیا ہو جیسا کہ تجارتوں، زراعتوں صنعتوں کے منافع یا جہاد کے ذریعہ کمایا گیا ہو اور غنیمت کی پہلی قسم کا حکم باب الخمس میں گذر چکا ہے۔ اور یہاں جہاد میں غنیمت کے دوسرے معنی سے بحث ہے۔

(۱۶) الغنيمة الفائدة المكتسبة سواء اكتسب براس المال كارباح التجارة

(۱۶) غنیمت حاصل کیا ہوا فائدہ ہے۔ خواہ اصل مال کے ذریعہ حاصل ہو جیسے تجارت کے فائدے یا اس

او بغيره كما يستفاد من
دار الحرب (شرائع الاسلام ص ١٢٣)
(١٧) الغنيمة هي الفائدة
المكتسبة سواء اكتسب
براس المال كارباح التجارات
او غيرها او ما يستفاد من
دار الحرب - استطرد البحث
عن مفهومها لغة بالمعنى
العام مع ان المقصود هنا
هو الغنم الثاني للتنبيه على
ان مفهومها العام باق عندنا
على اصله ومنه يستفاد
وجوب الخمس في ارباح
التجارات ونحوها لعموم
قوله تعالى واعلموا ان ما
غنمتم من شيء فان لله
خمسه خلافا للعامة...
خصوها بالمعنى الثاني و
نقلوها عن موضوعها اللغوي

کے بغیر جیسے میدانِ جنگ سے فائدے
حاصل ہوں۔
(١٧) غنیمت وہ فائدہ ہے جو
حاصل کیا جائے خواہ اصل مال سے
جیسے تجارت وغیرہ کے فائدے یا جو
فائدہ میدانِ جنگ سے حاصل ہو۔
جاری ہو گئی بحث اس کے لغوی معنی
میں بمعنی عام کے لحاظ سے حالانکہ
یہاں مقصود دوسری غنیمت ہے اس
بات پر تنبیہ کے لئے کہ ہمارے نزدیک
اس کا عام مفہوم باقی ہے اپنی اصل
پر اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خمس
تجارتوں وغیرہ کے فائدوں میں واجب ہے
کیونکہ خدا کا یہ ارشاد عام ہے ۔
واعلموا ان ما غنمتم فان لله
خمسه الخ برخلاف اہل سنت کے
کیونکہ انہوں نے اسے دوسرے
معنی سے مخصوص کر دیا ہے۔ اور
اس کے لغوی معنی سے میدانِ جنگ

الی غنائم دار الحرب خاصة
وخصوها به (مسالک الافہام
شرح شرائع الاسلام جلد اول ص ۶۱)

(۱۸) الغنیمة جنس یعم
المکتسبات بالتجارة والزراعة
ونحوهما والحاصل بالقهر
والغلبة بایجاف الخیل
والرکاب والثانی هو المراد
هنا- فعلی هذا الغنیمة
باقیة فی موضوعها اللغوی
لم ینقل الی المعنی الثانی
کما زعم بعض العامة -
(حاشیہ شرائع الاسلام کتاب الجہاد
ص ۱۱۳)

(۱۹) یظهر الفائدة فی
وجوب الخمس فعلی مذهب
الشیعة یجب الخمس فی
کل ما اکتسب سواء کان
بالتجارة او بغیرها اذهم

کی لوٹ کی طرف نقل کیا ہے اور
اسے دار الحرب کی لوٹ سے
مخصوص کر دیا ہے۔

(۱۸) غنیمت ایک جنس ہے
جو سب کمائیوں کو عام ہے خواہ
تجارت وزراعت ہو یا اس کے
مثل اور یا قہر وغلبہ سے حاصل ہو
جنگ کے ذریعہ اور اس کتاب الجہاد
میں وہی دوسرا مراد ہے۔ پس
اس بنا پر لفظ غنیمت اپنے لغوی
معنی پر باقی ہے۔ دوسرے معنی
کی طرف نقل نہیں ہوا۔ جیسا کہ
بعض اہل سنت نے گمان کیا
ہے۔

(۱۹) وجوب خمس کا فائدہ پر دار
ومدار ہے۔ پس مذہب شیعہ میں ہر
کمائی ہوئی چیز میں خمس واجب ہے
خواہ تجارت سے ہو یا اس کے علاوہ
اس لئے کہ شیعوں کا قول یہ ہے

قائلون بان الغنیمة مستعملة فی موضوعها اللغوی ولا نقل فیه وعلیٰ مذهب اهل السنة فلا یجب الخمس الا فی هذا القسم الذی اخذ من الکفار حیث قالوا بان الغنیمة منقولة المعنیٰ والحق هو الاول لعموم النص وتخصیص النص خلاف ۔ (حاشیہ ۲ شرائع الاسلام ص۱۲۳ طبع شاہی)

کہ لفظ غنیمت اپنے معنی لغوی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی لغت سے نقل نہیں ہوئے اور مذہب اہل سنت میں خمس صرف میدان جنگ کی لوٹ میں واجب ہے جو کفار سے ہو اس لئے کہ وہ یہ لکھتے ہیں۔ کہ غنیمت کے معنی لغت سے نقل ہو گئے ہیں اور حق وہی ہے۔ جو شیعوں کا مذہب ہے اس لئے کہ نص قرآن عام ہے اور نص عام کو خاص کرنا خلاف حق و انصاف ہے۔

(۲۰) بدانکه غنیمت عبارت است از فائده که کسب کنند آنرا خواه کسب آن براس المال باشد مانند ارباح تجارت یا بغیر راس المال چنانچه از دار الحرب حاصل شود (جامع رضوی جلد ۱ ص۱۸۰)

(۲۰) جانو کہ غنیمت ہر اس فائدہ کو کہتے ہیں جو حاصل کریں خواہ راس المال کے ذریعہ حاصل کیا ہو جیسے تجارت سے یا بغیر راس المال کے جیسے دار الحرب سے حاصل ہوتا ہے۔

(۲۱) وفی النهایة جمیع یغنمه الانسان من ارباح

(۲۱) اور نہایت میں ہے کہ تمام وہ غنیمتیں جو انسان حاصل کرتا ہے

التجارات والزراعات وغیر ذالك۔ (مستمسك العروة الوثقیٰ آقا سید محسن حکیم ص۶۰۵)	تجارتوں اور زراعتوں وغیرہ کے فائدہ سے۔ سب پر خمس ہے۔
(۲۲) وعند اصحابنا الخمس یجب فی کل فائدة تحصل للانسان من المکاسب ارباح التجارات والکنوز والمعادن وغیر ذالك مما ذکرناه فی کتب الفقه ویمکن الاستدلال بهذه الایة لان جمیع ذالك یسمّٰی غنیمة (تفسیر التبیان)	(۲۲) اور ہمارے اصحاب (علماء شیعہ) کے نزدیک خمس واجب ہے ہر اس فائدہ میں جو انسان کو حاصل ہو کمائیوں اور تجارت کے فائدوں اور خزانوں اور کانوں وغیرہ سے جو ہم نے ذکر کئے ہیں کتب فقہ میں اور اسی آیت سے استدلال ممکن ہے کہ اس سب کو غنیمت بولا جاتا ہے

معنی غنیمت کا فیصلہ لغتِ عرب سے

(الغنیمة) ج غنائم (الغُنم) ج غنوم (الغنیم) مایوخذ من المحاربین عنوة۔ المکسب عمومًا ویقال غنیمة باردة ای طیبة او بلا تعب (المنجد)

ترجمۃ:۔ غنیمت جس کی جمع غنائم اور غُنم جس کی جمع غنوم اور غنیم ایک وہ ہے جو محاربین سے بذریعہ قہر و غلبہ حاصل ہوا اور دوسرے عام فائدہ جو کسب

لیا گیا ہو۔ اور اسے غنیمت باردہ کہتے ہیں یعنی طیّب یا بلا تعب۔
والمغنم والغنیم والغنیمۃ والغنم الفیئ غنم بالکسر غنما
بالضم و بالفتح و بالتحریک و غنیمۃ و غنمانا بالضم الفوز
بالشیئ بلامشقۃ او ھذا الغنم والفیئ الغنیمۃ۔
(خلاصہ) یہ کہ کسی چیز کا بلا مشقت حاصل کرنا۔ (اسی کو فائدہ کہتے ہیں)

معنی غنیمت کا آخری فیصلہ

تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی اور تفسیر مظہری کی مندرجہ عبارات کے مطالعہ سے ہر صاحب ہوش اندازہ کر سکتا ہے کہ آیۃ خمس میں لفظ غنیمت سے صرف میدان جنگ سے حاصل شدہ مال مراد لینا اور بس یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔

اور اہل شیعہ کے معتبر ترین کتب حدیث و تفسیر و فقہ۔ مثلاً اصول کافی۔ تہذیب الاحکام۔ استبصار۔ مرآۃ العقول۔ تفسیر البرہان تفسیر صافی جواہر الکلام۔ شرائع الاسلام۔ مسالک الافہام۔ شرح لمعہ تفسیر آیات الولایۃ۔ جامع رضوی۔ عروۃ الوثقیٰ تفسیر تبیان کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ احادیث و تفاسیر و فقہ شیعہ میں غنیمت کے معنی بالاتفاق فائدہ ہیں جس میں میدان حرب سے بغیر حاصل کیا ہوا

مال بھی داخل ہے۔ اور دیگر مکاسب تجارت و زراعت و صنعت وغیرہ بھی۔ مذہب شیعہ کے افراد میں یہ اختلاف کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ ہے اور نہ آئندہ ہوگا کہ غنیمت سے مراد صرف میدان جنگ کا مال ہے یا ہر حاصل شدہ فائدہ۔ البتہ یہ اختلاف اہل سنّت کا ہے لہذا ایک سُنّی بحیثیت سُنّی ہونے کے اس موضوع پر شیعوں سے بحث کرسکتا ہے۔ لیکن ایک شیعہ اگر واقعاً شیعہ ہے تو ان مسلسل اور متواتر ارشادات معصومین کے بعد اسے یہ حق اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب وہ مذہب شیعہ کو چھوڑ بیٹھا ہو۔ ان بیّن اور روشن شواہد کے بعد کسی با بصارت و با بصیرت کو اس حقیقت میں شک و شبہ نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے کہ دل کی بینائی سے محروم ہو۔

یہ بھی اندازہ فرمایا گیا ہوگا کہ احادیث وتفاسیر و ارشاداتِ علماء اس طرح متحد اللفظ ہیں کہ ان میں سرِمو کے برابر فرق نہیں ہے۔

احادیث کے مطالعہ سے یہ اندازہ بھی فرمایا گیا ہوگا کہ اگر لفظ غنیمت میں ہر فائدہ داخل نہ ہوتا تو سائل آیۂ غنیمت پڑھ کر یہ سوالات کیوں کرتے رہے۔ اگر بالفرض سائل غیر معصوم تھے وہ غلطی کرتے رہتے تو معصوم امام نے کیوں نہ فرمادیا کہ دیگر اقسام خمس کا اس آیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ وہ ہمارا حکم ہے۔ اس کے بجائے ائمہ طاہرین علیہم السلام بھی یہی آیت پڑھ پڑھ کر اقسام خمس بیان فرماتے رہے ہیں اور بار بار تصریح کرتے رہے ہیں کہ غنیمت سے مراد ہر فائدہ ہے:

کیا روزانہ فائدہ نہیں ہوسکتا؟

بعض کم علم جن کا یہ خیال ہے کہ لوٹ کے مال کے سوا خمس واجب نہیں ہوسکتا اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جس حدیث میں غنیمت کے معنی فائدہ بیان کئے گئے ہیں اس میں روزانہ فائدہ پر خمس مقرر کیا گیا ہے حالانکہ خمس سال کے بعد نکالا جانا چاہیئے اس لئے حدیث ضعیف اور ناقابلِ عمل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

قال ھی واللہ الافادۃ یومًا بیوم (تہذیب ج۱ ص۳۵۱ استبصار جلد۲ ص۳۱ تفسیر صافی ص۲۶۹)	فرمایا کہ وہ خدا کی قسم روز روز کا فائدہ ہے۔

انہوں نے یہ غور نہیں کیا کہ خمس روز بھی ہوسکتا ہے اور سال کے بعد بھی۔ مگر فائدہ تو روز ہی ہوتا ہے۔ اگر مسلسل جہاد کا سلسلہ جاری رہے تو میدان حرب سے بھی روز فائدہ ہوسکتا ہے۔ دریاؤں اور سمندروں میں غواصی کرکے جواہرات برآمد کرنے والے کانیں کھودنے والے روزانہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔ خزانے بھی روزانہ مل سکتے ہیں جب تک ملیں۔ (اور حلال وحرام مال بھی روزانہ مل سکتا ہے جس پر خمس واجب ہوجاتا ہے۔ اور اگر روز کوئی نہ کوئی مسلمان کسی کافر ذمی کے ہاتھ زمین فروخت کرے تو روزانہ اس پر بھی خمس واجب ہوسکتا ہے۔

رہی صنعت وحرفت یا تجارت و زراعت تو ان کے فائدہ کا حساب چاہے سال کے بعد لگایا جائے یا چند ماہ بعد لیکن اسے فائدہ تو روزانہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر روزانہ فائدہ حاصل نہ ہو تو سال کے بعد مجتمع کیونکر ہوگی۔

یہ خیال نہ ہو کہ اکثر صنعتوں اور تجارتوں کے فائدے ہفتوں یا مہینوں کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور زراعت کا فائدہ تقریباً چھ ماہ بعد۔ اس لئے کہ ایسی تجارتیں بھی ہیں جن میں ایک دن میں کئی فائدے حاصل ہو جاتے ہیں اور ایسی بھی ہیں جن کا فائدہ ہفتہ یا مہینہ یا سال دو سال کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال جس مال کا فائدہ حاصل ہونے میں جتنی مدت لگتی ہو وہی مدت اس کاروبار کا روز ہے۔ اور جب خرچ کی ہر روز ضرورت ہے جو اصولاً فائدہ ہی سے ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے۔ تو اگر روزانہ فائدہ نہیں تو خرچ کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے حدیث میں لفظ یوماً فیوماً یعنی روز بروز کا لفظ بالکل درست ہے۔

مذہب شیعہ کے ہر مسئلہ کی بنیاد قرآن مجید سے

بعض نا سمجھ جو شرف معرفت سے محروم ہیں یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ قرآن مجید میں صرف اسی مال سے خمس واجب ہے جو میدانِ جنگ سے حاصل ہو۔ البتہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی احادیث میں دوسرے

اقسام خمس بھی بیان کئے گئے ہیں۔ وہ بھی ان کی سند ضعیف ہے اور علماء شیعہ نے انہیں تضعیف دی ہے جس سے ان کی نیت یہ ہے کہ عوام کی نظر میں دوسرے اقسام خمس کی اہمیت کم ہوجائے۔ کہ جب قرآن میں خمس واجب نہیں ہے تو پھر کیوں دیں۔ ممکن ہے یہ احادیث ضعیف اور موضوع ہوں اور خمس کے بہانہ سے مال لینے کے لئے بنالی گئی ہوں۔

انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن و حدیث میں اختلاف یا فرق کی ذہنیت کتب اہل سنت کی پیداوار ہے۔ مذہب شیعہ میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ جیسا کہ علامہ فخرالدین رازی اور علامہ طبری بحث مسح رجلین وغسل رجلین پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے تو مسح رجلین ہی ثابت ہوتا ہے۔ البتہ بکثرت احادیث غسل رجلین کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ لہذا اب اگر کوئی شخص قرآن مجید پر عمل کرے تو پیروں پر مسح کرے اور اگر حدیث پر عمل کرے تو دھولیا کرے۔ دھونے میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے مسح خود بخود ہوجاتا ہے یعنی اس ترکیب سے قرآن و حدیث کے دو متضاد حکم جمع ہوسکتے ہیں۔

اس کے برخلاف مذہب شیعہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں کبھی اختلاف نہیں ہوسکتا۔ جو حدیث مخالف قرآن ہو وہ دیوار پر مارنے کے قابل ہے خود معصوم کا ارشاد ہے یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند عالم قرآن مجید میں خمس کی صرف ایک قسم بیان کرکے باقی بھول گیا ہو پھر اس کمی کو حضرات معصومین نے پورا کیا ہو۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ خدا نے صرف

میدان جنگ کے مال پر خمس واجب کیا ہو۔ اور معصومین نے اس میں چھ قسموں کا اضافہ فرما دیا ہو۔ اس لئے کہ نبی یا امام کو مذہب شیعہ میں قانون شریعت بنانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ قانون بنانا صرف خدا کا کام ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہے

البتہ اس کا پہنچانا اور تشریح کر کے سمجھانا نبی اور امام کا کام ہے اس لئے یہ خیال بالکل غلط اور خلاف مذہب شیعہ ہے کہ خدا نے صرف میدان جنگ کی لوٹ پر قرآن میں واجب کیا ہے اور معصومین نے دوسرے اقسام پر۔

معاذ اللہ اگر ایسا اعتقاد رکھا جائے تو اس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ قرآن مجید کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ ہر خشک و تر قرآن مبین میں موجود ہے۔

قرآن مجید نے اپنے متعلق یہ بھی تصریح فرما دی ہے:۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیئ وھدیً ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین

اے رسول ہم نے قرآن مجید ہر چیز کے بیان کرنے کے لئے مسلمانوں کے واسطے ہدایت و رحمت اور خوشخبری بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن مجید کا یہ بھی اعلان ہے کہ:۔

ما فرطنا فی الکتب من شیء
ہم نے کتاب مقدس میں کسی چیز کے بیان کو ترک نہیں کیا

اسی وجہ سے حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

جهل القوم عن ادیانهم ان
الله لم یقبض نبیه حتی
اکمل الدین وانزل علیه
القرآن فیه تفصیل کل شیء
بین فیه الحلال والحرام و
الحدود والاحکام وجمیع
ما یحتاج الیه الناس کملا
فقال عز وجل ما فرطنا
فی الکتب من شیء (تفسیر المیزان
جلد اول ص۳۱۹ وتفسیر صافی ص۱۶۲)

یہ قوم اپنے دینوں سے جاہل ہے۔
حالانکہ خدا نے اپنے نبی کی روح نہیں
قبض کی جب تک دین کو کامل نہیں
کرلیا۔ اور ان پر وہ قرآن نازل کیا
جس میں ہر شے کی تفصیل ہے حلال ہو
یا حرام۔ حدود ہوں یا احکام کوئی ایسی
چیز نہیں جس کی انسان کو ضرورت
ہو اور اسے بیان نہ کردیا گیا ہو۔
خود فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب مقدس
میں کسی کے بیان کو ترک نہیں کیا۔

اسی لئے شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام احکام شریعت کی بنیاد مجمل یا مفصل قرآن مجید میں موجود ہے۔ البتہ اس کی تفصیل و تشریح حضرات معصومین نے فرمائی ہے اس لئے کہ وہ حقیقی وارث و عالم قرآن ہیں۔ جو انہوں نے قرآن مجید سے سمجھا اور ان کے سوا کوئی نہ سمجھ سکا۔ خود فرماتے ہیں:

سمعوا اباعبد الله یقول
انی لاعلم ما فی السموات وما
فی الارض واعلم ما فی الجنة

انہوں نے حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا
کہ میں جانتا ہوں جو کچھ آسمانوں اور

واعلم ما في النار واعلم ما كان
وما يكون ثم مكث هنيئة
فرئى ان ذالك كبر على من
سمعه منه فقال علمت ذالك
من كتاب الله عزّ وجلّ يقول
فيه تبيان لكل شئ ۔
(تفسیر البرہان جلد اول ص۵۹ ۔
اصول کافی کتاب الحجۃ)

زمینوں میں ہے اور جانتا ہوں جو کچھ
جنت اور دوزخ میں ہے اور جانتا
ہوں جو کچھ ہوا اور ہوگا۔ پھر کچھ ٹھہر
اور دیکھا کہ سننے والوں کو یہ بات
بہت بڑی معلوم ہو رہی ہے۔ تو فرمایا
کہ میں نے یہ خدائے عزّ وجلّ کی کتاب
سے جانا جو فرماتا ہے کہ اس قرآن میں
ہر شئے کا بیان موجود ہے۔

جس قرآن میں آسمانوں اور زمینوں جنت و نار اور ما کان وما یکون کا علم موجود ہے۔ کیا اس میں اس خمس کی جس کی سات قسمیں واجب ہیں صرف ایک قسم موجود ہے اور باقی چھ موجود نہیں ہیں۔ تا اینکہ بقول جہلاء ائمہ طاہرین علیہم السلام کو اضافہ کرنا پڑا۔ استغفر اللہ۔

چونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کو علم تھا کہ ایسے جاہل بھی پیدا ہوں گے جو خمس کی باقی چھ قسموں کو آیۂ غنیمت سے خارج سمجھیں گے یا کرنا چاہیں گے اس لئے انہوں نے آیۂ غنیمت تلاوت کر کرکے خمس کی ہر قسم کو بیان فرمایا ہے جس کی سینکڑوں سے زیادہ مثالیں ان کی احادیث میں موجود ہیں۔ تاکہ بلید سے بلید انسان بھی سمجھ جائے کہ آیۂ غنیمت خمس کی ساتوں قسموں کو شامل ہے۔ اس لئے کہ اس ایک آیت کے سوا سارے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں غنیمت پر خمس کا حکم نازل ہوا ہو۔ اس لئے

اگر لفظ غنیمت ساتوں قسموں کے وجوب پر حاوی نہیں ہے تو پھر قرآن مجید کا دعویٰ تبیاناً لکل شیٔ صحیح نہیں رہتا۔ اور یہ خیال خلاف اصول اسلام ہے۔

کوئی شیعہ غنیمت سے صرف مالِ حرب مراد نہیں لے سکتا

غنیمت سے صرف دار الحرب کی لوٹ مراد لینا عدو سادات ہے

اس لئے کہ ملت اسلام اور اس کے تمام احکام و قوانین قیامت تک کے لئے ہیں۔ قرآن و حدیث میں امت کے محتاجوں اور ضرورتمندوں کے لئے زکوٰۃ مقرر فرمائی گئی ہے۔ اور اس کے حق دار بھی بتلا دیئے گئے ہیں جس کا سلسلہ روز قیامت تک رہے گا۔ اگر مسلمان اس کے کاربند رہیں تو اسی سے امت کے حاجت مندوں کی کفالت ہوتی رہے گی۔

مذہب شیعہ کا عقیدہ یہ ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ جس طرح غیر سادات کے لئے زکوٰۃ کے ذریعہ غرباء کی کفالت کا انتظام فرمایا گیا ہے اسی طرح سادات کے مستحقین کے لئے خمس مقرر فرمایا گیا ہے اور اس کے حقدار بھی بتلا دیئے گئے ہیں۔ اور جس طرح امت کو زندہ رہنا ہے اور رہے گی۔ اسی طرح سادات کو بھی زندہ رہنا ہے اور ضرور رہیں گے لہٰذا جس طرح زکوٰۃ کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ اسی طرح خمس کا سلسلہ

بھی قیامت تک جاری رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ صدقہ ہے اور صدقہ سادات پر حرام ہے۔

لیکن اگر غنیمت سے صرف میدان جنگ کا مال مراد لیا جائے تو نہ جنگ ہمیشہ ہوتی ہے اور نہ ہمیشہ خمس کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ خمس کے حقداروں کا سلسلہ تو آئندہ جاری رہے گا اور خمس جنگ نہ ہونے کی صورت میں ختم۔ تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سادات قیامت تک کے لئے محروم رہیں اور ان کی محتاجی دور کرنے کے لئے اسلام کے پاس کوئی علاج نہیں۔ اس لئے کہ زکوٰۃ ان پر حرام اور خمس جاری نہیں رہ سکتا۔ تو کیا ایسا ناقص قانون، قانونِ اسلام کہلا سکتا ہے جس میں مسلمانوں کے ایک بلند مرتبہ گروہ بلکہ مسلمانوں کے سرداروں کو ہر طرف سے محروم اور بے بس کر دیا گیا ہو

اس کے علاوہ مذہب شیعہ میں اذن امام کے بغیر جہاد جائز نہیں ہے اور جو جنگ اذنِ امام کے بغیر ہو وہ اسلامی جہاد نہیں ہے اور نہ اس کا حاصل کردہ مال مالِ غنیمت ہے وہ مال حلال ہی نہیں چہ جائیکہ اس میں سے خمس نکالا جائے۔

خداوند عالم عالم الغیب ہے اسے معلوم تھا کہ آنحضرتؐ کے بعد اقتدار کی باگ کبھی امام کے ہاتھ میں نہیں آئے گی اور نہ میدانِ جنگ سے حاصل شدہ مال حلال و جائز ہوگا۔ تو گویا قیامت تک نہ غنیمت ملے گی اور نہ خمس کا وجود رہے گا۔ اور نہ سادات کے محتاجوں کو کبھی کوئی حق مل سکیگا لہٰذا ایک شیعہ جو خمس کو حق سادات سمجھتا ہے وہ غنیمت کو اگر میدانِ جنگ

کی لوٹ میں منحصر اور اس سے مختص کردے تو وہ شیعہ نہیں بلکہ دشمن مذہب شیعہ اور دشمن سادات ہے۔

اقسامِ خمس

حضرات معصومین علیہم السلام نے آیۂ غنیمت کے ذیل میں مختلف اوقات میں مختلف سائلوں کے جواب میں یہ اقسام خمس بیان فرمائے ہیں۔

(۱) عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالتہ عن معادن الذھب والفضۃ والصفر والحدید والرصاص فقال علیھا الخمس جمیعًا۔ (تہذیب ص۲۵۱)

(۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سائل نے سونا چاندی۔ تانبا۔ لوہا۔ سیسہ کے معدنیات کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا سب سے پانچواں حصّہ نکالا جائے۔

(۲) عن الحلبی قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الصفر وغوص اللؤلؤ فقال علیہ الخمس قال سألتہ عن الکنز کم فیہ قال الخمس وعن الرصاص والحدید وما کان بالمعادن

(۲) حلبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تانبا اور موتی کے بارے میں فرمایا پانچواں حصّہ ہے کہا پھر میں نے خزانہ کے بارے میں دریافت کیا فرمایا پانچواں حصّہ ہے پھر معدنیات کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا۔

كم فيها قال يوخذ منها كما يوخذ من معادن الذهب والفضة (تهذيب ص۲۵۲ ـ اصول كافى ص۳۵۷)

پانچواں حصہ ہے پھر سیسہ لوہا اور دوسرے معدنیات کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا ان سے اسی طرح خمس نکالا جائے جیسے سونا اور چاندی سے۔

(۳) والخمس واجب فى كل مغنم ثم قال والغنائم كلما استفيد بالحرب من الاموال والسلاح والاثواب والرقيق وما استفيد من المعادن والغوص والكنوز والعنبر وكلما فضل من ارباح التجارات والزراعات والصناعات من بعد المؤنة والكفاية وطول السنة على الاقتصاد (تهذيب ص۲۵۱)

(۳) اور خمس واجب ہے ہر غنیمت میں پھر فرمایا اور غنائم ہر وہ چیز ہے جو حاصل ہو حرب سے مال ہو یا اسلحہ اور کپڑے اور غلام۔ اور وہ فائدہ ہے جو حاصل ہو معدنیات اور دریاؤں اور خزانوں اور عنبر سے اور جو بچ رہے تجارت و زراعت وصنعت وحرفت کے فائدوں سے سال کے خرچ کے بعد جو اعتدال سے کیا جائے۔

(۴) اخبرلى عن حكم الخمس على جميع ما يستفيد الرجل من قليل او كثير من جميع الضروب وعلى الضياع وكيف

(۴) سائل نے پوچھا مجھے حکم خمس بتلایئے ہر اس فائدہ میں جو انسان حاصل کرے کم ہو یا زیادہ تمام شمولہا سے اور پونجی پر اور یہ کس طرح ہے

ذالك فكتب بخطه الخمس بعد المؤنة (تهذيب ص۵۲۳۔ استبصار ص۳۳)

پس اپنے قلم سے تحریر فرمایا کہ سال کے خرچ کے بعد پانچواں حصہ ہے۔

(۵) عن علی بن مهزیار قال قال لی ابو علی بن راشد قلت له امرتنی بالقیام بامرك واخذ حقك فاعلمت موالیك بذالك فقال لی بعضهم وای شیء حقه فلم ادر ما اجیبه فقال یجب علیهم الخمس فقلت ففی ای شیء فقال فی امتعتهم وعیالهم قلت التاجر علیه والصانع بیده فقال ذالك اذا امکن ذالك بعد مؤنتهم (تهذیب ص۲۵۲۔ استبصار ص۳۲)

(۵) علی بن مہزیار کہتے ہیں کہ مجھے علی بن راشد نے کہا کہ میں نے معصوم سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے اپنے حکم پر قائم رہنے اور اپنا حق لینے کا حکم دیا ہے پس میں نے آپ کے شیعوں کو اس سے مطلع کیا تو ان میں سے بعض نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ ان کا حق کیا ہے پس میں نہ سمجھ سکا کہ کیا جواب دوں۔ پس فرمایا کہ ان پر پانچواں حصہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کس چیز میں فرمایا کہ ان کے اور انکے عیال کی پونجیوں میں۔ میں نے عرض کیا کہ تاجر و صانع کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ اگر سال کے خرچ کے بعد ممکن ہو۔ تو ان پر بھی اسی طرح ہے۔

(۶) عن ابی الحسن علیه السلام

(۶) امام رضا علیہ السلام نے سال

قال سألته عمّا یخرج من البحر من اللؤلؤ والیاقوت والزبرجد وعن معادن الذهب والفضة ما فیه قال اذا بلغ ثمنه دینارا ففیه الخمس (اصول کافی جلد اول ص۳۵۷ من لا یحضره الفقیه)

کیا گیا اس چیز کے بارے میں جو دریا سے نکلے موتی ہوں یا یاقوت وزبرجد اور معدنیات کے بارے میں جیسے سونا اور چاندی۔ فرمایا کہ جب اس کی قیمت ایک دینار ہو جائے تو اس میں خمس واجب ہے۔

(۷) عن العبد الصالح علیه السلام قال الخمس من خمسة اشیاء من الغنائم والغوص ومن الکنوز ومن المعادن والملاحة یوخذ من کل ھذه الصنوف الخمس (اصول کافی جلد اوّل ص۳۵۳)

(۷) امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ خمس پانچ چیزوں سے ہے۔ مال حرب سے اور جو دریاؤں سے نکلے اور خزانوں سے اور معدنیات سے اور شورہ سے۔ ان سب سے پانچواں حصہ نکالا جائے۔

(۸) عن الحلبی قال سألت ابا عبد الله علیه عن العنبر وغوص اللؤلؤ فقال علیه السلام علیه الخمس (اصول کافی جلد اول ص۳...)

(۸) حلبی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا عنبر اور موتی کے بارے میں۔ فرمایا کہ ان پر خمس ہے۔

(۹) فکتبه وقرء علی بن مهزیار علیه الخمس بعد مؤنته عیاله وبعد خراج السلطان۔
(استبصار ص۳۲)

(۹) پس تحریر فرمایا اور علی بن مہزیار نے پڑھا کہ اس پر پانچواں حصہ ہے اپنے عیال کے سال بھر کے خرچ اور خراج سلطان کے بعد۔

(۱۰) سأل محمد بن مسلم ابا جعفر علیه السلام عن الملاحة فقال وما الملاحة فقال ارض سبخة مالحة یجتمع فیها الماء فیصیر ملحاً فقال مثل المعدن فیه الخمس۔ قلت فالکبریت والنفط یخرج من الارض فقال هذا واشباهه فیه الخمس۔ (من لا یحضره الفقیه جزء دوم ص۱۲)

(۱۰) محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا شورہ کے بارے میں۔ فرمایا شورہ کیا ہے۔ عرض کیا وہ نمکین زمین ہے جس میں پانی جمع ہو کر نمک بن جاتا ہے۔ فرمایا وہ بھی کان کی طرح ہے اور اس پر پانچواں حصہ ہے میں نے عرض کیا کہ گندھک اور روغن گلی جو زمین سے نکلتے ہیں فرمایا ان میں اور انکے امثال میں پانچواں حصہ ہے

(۱۱) عن ابی جعفر علیه السلام ایما ذمی اشتری من مسلم ارضاً فعلیه الخمس (من لا یحضره الفقیه جزء دوم ص۱۲۔
تهذیب ص۲۵۲)

(۱۱) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کافر ذمی مسلمان سے زمین خرید کرے۔ اس پر خمس ہے۔

(۱۲) ان الخمس بعد المونة۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جزدوم ص۲۱)	(۱۲) خمس سال کے خرچ کے بعد ہے۔
(۱۳) وقال اصحابنا ان الخمس واجب فی کل فائدۃ تحصل للانسان من المکاسب و ارباح التجارۃ ومن الکنوز والمعادن والغوص وغیر ذالک مما ھو مذکور فی الکتب ویمکن ان یستدل علی ذالک بھذہ الأیۃ فان فی عرف اللغۃ یطلق علی جمیع ذالک اسم الغنم والغنیمۃ۔ (تفسیر مجمع البیان)	(۱۳) اور ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ خمس ہر اس فائدہ میں واجب ہے جو انسان کو حاصل ہو کسب سے اور تجارت کے فائدوں سے اور خزانوں اور کانوں اور دریاؤں وغیرہ سے جیسا کہ کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ اور اس پر اس آیت سے استدلال کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ لفظ غنیمت لغت عرب میں ان سب پر بولا جاتا ہے اور ہر فائدہ کو غنم یا غنیمت کہتے ہیں:۔

اقسام خمس اور علماء کرام

علماء کرام نے مذکورہ احادیث و تفاسیر کے لفظ بلفظ مطابق یہ اقسام خمس بیان فرمائے ہیں:۔

(۱) وہ اموال جو کفار سے جنگ کر کے غلبہ سے یا ان سے بطور جزیہ حاصل ہوں۔

(۲) معدنیات جیسے سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ لوہا۔ عنیسہ۔ یاقوت۔ زبرجد۔ فیروزہ۔ عقیق۔ گندھک۔ شورہ۔ روغن گل۔ سرمہ۔ چونا وغیرہ۔

(۳) وہ جواہر جو دریا سے برآمد ہوں جیسے موتی۔ مونگا۔ عنبر وغیرہ۔

(۴) خزانہ جو زمین یا پہاڑ یا دیوار یا درخت وغیرہ سے برآمد ہو۔

(۵) مسلمان کی وہ زمین جو اس سے کافر ذمی خرید کرے۔

(۶) وہ مال حلال جو مال حرام سے مخلوط ہو جائے اور امتیاز نہ ہو سکے

(۷) اپنے اور اپنے عیال کے سال بھر کے خرچ کے بعد جو بچ رہے۔ بشرطیکہ خرچ اعتدال سے ہو۔

(شرح لمعہ۔ شرائع الاسلام۔ العروۃ الوثقیٰ۔ تبصرۃ المتعلمین علامہ حلیؒ اور تمام کتب فقہ باب خمس۔

مستحقین خمس

"شیعوں کا مسلک"

خمس کے چھ حصہ دار:۔ نص قرآنی و احادیث سے ثابت ہے کہ خمس کے چھ حصہ دار ہیں۔ خدا اور رسولؐ۔ امام۔ یتیم۔ مسکین و مسافر۔ سادات اس پر تمام شیعوں کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ آیہ خمس میں چھ قسمیں مذکور ہیں۔ اللہ۔ رسولؐ۔ امام۔ یتیمی مساکین۔ ابن سبیل اور مندرجہ ذیل احادیث اس پر شاہد ہیں۔

۱۔ یوخذ من کل ھذہ الصنوف الخمس فیجعل لمن جعلہا اللہ لہ و تقسم الاربعۃ الاخماس بین من قاتل علیہ و ولی ذالک و تقسم بینہم الخمس علی ستۃ اسہم سہم اللہ و سہم للرسول و سہم لذی القربی و سہم للیتامی و سہم للمساکین و سہم لابناء السبیل فسہم اللہ و سہم الرسول لاولی الامر من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وراثۃ و لہ ثلاثۃ اسہم سہمان وراثۃ و سہم ما

ان سب قسموں میں سے پانچواں حصہ لیا جائے اور جنہیں خدا نے حقدار مقرر کیا ہے۔ انہیں دیا جائے۔ چار حصے مجاہدین اور پانچواں حصہ مستحقین پر تقسیم کیا جائے۔ چھ حصے ہو کے ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول کا اور تیسرا ذی القربی کا اور ایک ایک حصہ سادات کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا پس خدا اور رسول کا حصہ رسولؐ کے بعد اولوالامر کا ہے۔ بحیثیت وراثت کے اور ان کے تین حصے ہیں۔ دو حصے میراث کے اور ایک حصہ اپنا جو خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ انہیں کا اصل نصف خمس ملے گا۔ اور نصف خمس سادات کو پس

من الله وله نصف الخمس كملاً ونصف
الخمس بين اهل بيته فسهم ليتاماهم وسهم
لمساكينهم وسهم لابناء سبيلهم يقسم بينهم
على الكتاب والسنة ما يستغنون به
في سنتهم فان فضل منهم شيء فهو
للوالي وان عجز او نقص عن استغنائهم
كان على الوالي ان ينفق من عنده
بقدر ما يستغنون به وانما صار عليه
ان يمونهم لان له ما فضل منهم و
انما جعل الله هذا الخمس خاصة
لهم دون مساكين الناس وابناء
سبيلهم عوضاً لهم من صدقات الناس
تنزيها من الله لهم لقرابتهم
برسول الله صلى الله عليه وآله
وكرامة من الله لهم من
اوساخ الناس فجعل لهم خاصة
من عنده من ان يصيرهم في موضع
الذل والمسكنة ولا بأس بصدقات
بعضهم على بعض وهؤلاء الذين

ایک حصہ یتیموں کو اور ایک حصہ
مسکینوں کو اور ایک حصہ مسافروں
کو۔ ان پر قرآن و حدیث کے
مطابق تقسیم کیا جائے اس قدر کہ
وہ اس سے مستغنی ہو جائیں۔
ایک سال کے لئے۔
پس اگر ان سے کچھ بچ رہے
تو وہ امام کا ہے۔ اور اگر عاجز
ہو اور ان کا حصہ انہیں مستغنی
نہ کر سکے تو امام کا ذمہ ہے کہ وہ اپنے
پاس سے انہیں اسقدر دیں کہ
جس سے وہ غنی ہو جائیں۔ یہ ذمہ داری
امام پر اس لئے ہے کہ جو بچ رہے
وہ بھی امام کا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے
یہ خمس خاص کر سادات کے لئے مقرر
کیا ہے۔ نہ دوسرے مسکین اور مسافروں
کے لئے۔ اس لئے کہ یہ لوگوں
کے صدقہ کے عوض ہے۔ اس
لئے کہ قرابت رسول کی وجہ سے

جعل الله لهم الخمس هم قرابة
النبي الذين ذكرهم الله
فقال انذر عشيرتك الاقربين
وهم بنو عبد المطلب انفسهم
الذكر والانثى ليس فيهم من
اهل بيوتات قريش ولا من
العرب احد ولا فيه ولا منهم
في هذا الخمس من مواليهم
(اصول کافی جلد اول ص ۵۳۹)

خداوند عالم انہیں منزہ اور پاک
رکھنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ
وہ لوگوں کے میل سے بچے رہیں۔
پس خاص کر اپنی جانب سے انہیں
یہ حق اس لئے دیا ہے کہ ذلت احتیاج
سے محفوظ رہیں البتہ ان میں سے بعض
بعض کا صدقہ لے سکتے ہیں۔ اور یہی
لوگ ہیں جن کے لئے خدا نے خمس
مقرر کیا ہے اور وہ قرابت دار ہیں
جن کا خدا نے ذکر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے قرابتداروں کو ڈراؤ
اور وہ اولاد عبدالمطلب ہے۔ مرد ہوں یا عورت۔ ان میں قریش کا کوئی گھر شامل نہیں
اور نہ کوئی عرب شامل ہے اور نہ ان کے غلاموں کا کوئی حق ہے۔

۲۔ واقسم بينهم الخمس على
ستة اسهم سهم الله وسهم رسول
الله صلى الله عليه وآله وسلم
لذوي القربى وسهم لليتامى وسهم
للمساكين وسهم لابناء سبيلهم
فسهم الله وسهم رسوله
لرسول الله صلى الله عليه

ان پر خمس چھ حصوں میں تقسیم
ہوگا۔ ایک حصہ خدا کا، دوسرا
رسول کا تیسرا ذوی القربیٰ
کا اور چوتھا سادات کے یتیموں
کا اور پانچواں سادات کے
مسکینوں کا اور چھٹا سادات
کے مسافروں کا۔ پس خدا اور

والہم وسھم اللہ وسھم	رسول کا حصّہ رسول خدا صلّی اللہ
رسولہ لولی الامر بعد رسول	علیہ وسلّم کا ہے۔ ان کے بعد اس کا
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و	ہے جو ان حضرات کے بعد ان کا ولی
وارثہ وسھم مقسوم لہ	امر ہو لہذا ایک حصّہ ان کا اپنا ہے
من اللہ فلہ نصف الخمس	خدا کی جانب سے پس نصف خمس
کملاً ونصف الخمس الباقی	کامل ان کا ہے اور باقی نصف ان
لاھل بیتہ الخ	کے اہلبیتؑ کا ہے
(تہذیب جلد اوّل صفحہ ۲۵۲)	
۳۔ واعلموا ان ما غنمتم من	واعلموا۔الخ: بیان لو کر تم جو غنیمت
شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول	حاصل کرو پس وہ بالخصوص آلِ
ولذی القربیٰ والیتامیٰ	محمدؐ کے یتیم مسکین ومسافر کا
والمساکین وابن السبیل فھم	حق ہے پس غنیمت سے خمس نکال
ایتام آل محمد خاصۃ و	کر چھ حصّوں میں تقسیم کی جاوے ایک
مساکینھم وابناء سبیلھم	حصّہ خدا کا دوسرا رسول کا تیسرا امام
فمن الغنیمۃ یخرج الخمس	کا۔ پس خدا اور اس کے رسول کے
ویقسم علی ستۃ اسھم	حصّہ کا وارث امام ہے۔ پس امام
سھم اللہ وسھم الرسول	کے تین حصّے ہیں۔ چھ حصّوں میں سے
للہ وسھم للامام فسھم	اور تین حصّے آلِ محمدؐ کے یتیموں
اللہ وسھم رسولہ یرثہ	مسکینوں اور مسافروں کے لئے

الامام فیکون للامام ثلاثة	ہیں
اسہم من ستة والثلاثة	
الاسہم لایتام آل الرسول	
ومساکینھم وابناء سبیلھم	
(تفسیر قمی ص۲۵۲)	
۲) ما ذھب الیه اصحابنا	جس طرف ہمارے اصحاب
وھو ان الخمس یقسم	گئے ہیں یہ ہے کہ خمس چھ
علی ستة اسہم سہم	حصّوں میں تقسیم کیا جائے۔ پس
الله وسہم للرسول	ایک حصّہ خدا کا دوسرا رسولؐ کا
وھذان السہمان مع	اور یہ دونوں حصّے مع سہم ذوی القربیٰ
سہم ذی القربی للامام	امام کے ہیں۔ جو ان کے قائم مقام
القائم مقام الرسول	ہوں اور تین حصّے آلِ محمدؐ کے
وسہم لیتامی آل محمد	یتیموں۔ مسکینوں اور مسافروں
وسہم لمساکینھم وسہم	کے ہیں اس میں ان کا غیر شریک
لابناء سبیلھم لایشرکھم	نہ ہوگا۔ اس لئے کہ خدا نے
فی ذالك غیرھم لان الله	ان پر صدقے حرام کر دیئے ہیں
حرم علیھم الصدقات	اس لئے کہ وہ لوگوں کا میل ہے
لکونھا اوساخ الناس وعوضھم	خدا نے اس کے عوض ان
من ذالك الخمس وروی ذالك	کو خمس بخشا ہے۔

الطبری عن علی ابن الحسین زین العابدینؑ و محمد بن علی الباقرؑ

(مجمع البیان جلد اول صفحہ ۵۴ طہران)

اس کی روایت طبری نے امام زین العابدین علیہ السلام و امام محمد باقر علیہ السلام سے کی ہے۔

(۵) قال اصحابنا ان الخمس یقسم علی ستة اسهم کما فی الآیة سهم للّٰه وسهم للرسول علیه السلام وسهم لذوی القربی فهذه الاسهم الثلاثة الیوم للامام القائم مقام الرسول صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وسهم لیتامی آل محمد وسهم لمساکینهم وسهم لابناء سبیلهم لا یشرکهم فی ذالک غیرهم لان اللّٰه حرم علیهم الصدقة لکونها اوساخ الناس وعوضوا من ذالک الخمس

(تفسیر جوامع الجامع علامہ طبرسیؒ صفحہ ۱۶۶)

ہمارے اصحاب نے کہا کہ خمس چھ حصوں پر تقسیم ہوگا جیسا کہ آیت میں ہے ایک حصہ خدا کا دوسرا رسولؐ کا۔ تیسرا ذوی القربیٰ کا۔ لیکن یہ تینوں حصے آج امام کا حق ہیں جو رسولِ خداؐ کے قائم مقام ہوں اور آلِ محمدؐ کے یتیموں کا ایک حصہ اور مساکین کا ایک حصہ اور مسافروں کا ایک حصہ۔ اس میں ان کا غیر شریک نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ خدا نے ان پر صدقات حرام کر دیئے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کا میل ہیں۔ اور اس کے عوض ان کو خمس دیا گیا ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ

آیۂ خمس میں تیسرا مستحق ذی القربیٰ ہے اور احادیث و تفاسیر میں جو اس کی تفصیل ہے۔ کہیں لفظ ذی القربیٰ درج ہے اور کہیں ذوی القربیٰ ۔اس سے کسی کو یہ اشتباہ نہ ہو کہ جب لفظ ذوی القربیٰ درج ہے۔ جو جمع ہے تو اس سے تمام قرابتداران رسولؐ مراد ہوں گے۔ اس لئے کہ ہر حدیث میں اس کی تشریح ولی الامر یا اولی الامر یا امام سے کردی گئی ہے۔ جس سے یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد حجۃ خدا اور امام ہیں۔ رہا جمع اور واحد کا فرق تو وہ اس لئے ہے کہ آنحضرت کے بعد ایک وقت میں ایک ہی امام ہو سکتا ہے جو منصب الٰہی کا ذمہ دار ہے۔ لہٰذا اس کے لئے لفظ ذی القربیٰ درست ہے اور چونکہ آنحضرتؐ کے بعد یکے بعد دیگرے بارہ امام ہیں اس لئے مجموعی طور پر ان کے لئے ذوی القربیٰ کا استعمال بھی درست ہے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے زمانہ میں مسند خلافت و امر الٰہی اور امامت اور اس کے جملہ حقوق و اختیارات کا وارث و مالک ہے۔

مستحقین خمس اور علمائے کرام

جو مستحقین خمس مذکورہ احادیث و تفاسیر میں درج ہیں بعینہٖ اسی طرح علمائے کرام نے

کتب فقہ میں صریح فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

۶۔ الفصل الثانی فی القسمۃ یقسم ستۃ اقسام ثلاثۃ للنبی وھی سھم اللہ و سھم الرسول و سھم ذوی القربیٰ وھو الامام وبعدہ للامام القائم مقامہ وثلاثۃ للایتام والمساکین وابناء السبیل (شرائع الاسلام صفحہ ۳۹ طبع ثانی)

دوسری فصل تقسیم خمس میں اس کی چھ قسمیں کی جائیں۔ تین قسمیں نبی کی اور وہ خدا و رسول اور ذوی القربیٰ یعنی امام کا حصہ ہے اور ان کے بعد اس امام کا حق ہے جو ان کے قائم مقام ہوں اور تین حصے سادات کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے ہیں۔

۷۔ ویعتبر فی الطوائف الثلاث انتسابھم الی عبد المطلب بالابوۃ (شرائع الاسلام صفحہ ۴۲)

ان تینوں قسموں میں یہ ضروری ہے کہ وہ باپ کی طرف سے عبد المطلب کی طرف منسوب ہوں۔

۸۔ فصل فی قسمۃ الخمس و مستحقہ مسئلہ یقسم الخمس ستۃ اسھم علی الاصح سھم للہ سبحانہ وسھم للنبی وسھم للامام وھذہ الثلاثۃ الآن لصاحب الزمان ارواحنا لہ الفداء وعجل اللہ

فصل تقسیم خمس اور مستحق خمس میں مسئلہ خمس میں مسئلہ خمس کے چھ حصے کیے جائیں بنا بر اصح کے ایک حصہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا۔ اور ایک حصہ نبی صلعم کا اور ایک حصہ امام کا۔ یہ تینوں اس وقت صاحب زمانہ کے ہیں۔ ہماری

فرجعه ثلاثة للايتام والمساكين وابناء السبيل يشترط في الثلاثة الاخيرة الايمان وفي الايتام الفقر وفي ابناء السبيل الحاجة في بلد التسليم وان كان غنيا في بلده (العروة الوثقى ص ٣٨٥)

اور چھ ان پر خدا ہوں۔ اور خداوند عالم ان کا ظہور جلائے اور تین حصے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے ہیں جو سادات کے ہوں اور آخری تین حصوں میں ایمان شرط ہے اور یتیموں میں احتیاج شرط ہے۔ اور مسافروں میں اسی شہر میں جہاں دیا جاتا ہے حاجت شرط ہے۔ اگرچہ وہ اپنے شہر میں غنی ہو۔

۹۔ ويقسم الخمس ستة اقسام سهم لله وسهم للرسول وسهم لذي القربى فهذه الثلاثة للامام وسهم للفقراء من الهاشميين وسهم لايتامهم وسهم لابناء سبيلهم

(تبصرة المتعلمين علامہ حلی طبع بمبئی)

اور خمس کے چھ حصے کئے جائیں ایک حصہ خدا کا اور دوسرا اس کے رسول کا اور تیسرا ذی القربیٰ کا ہیں یہ تینوں حصے امام کے ہیں اور چوتھا پانچواں چھٹا حصہ بنی ہاشم کے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا ہے

ان احادیث و تفاسیر کتب فقہ سے یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ مستحقین خمس چھ ہیں اور خدا و رسول و امام علیہ السلام و سادات کے یتیم و مسکین و مسافر ہیں آخری تین حصوں کی حقدار صرف وہ اولاد عبد المطلب ہے جو مومن ہو اور پہلے تینوں حصے حق امام ہیں

خدا اور رسول کے حصے بحیثیت میراث امامت کے اور اپنا بحیثیت حق کے اس لئے تین حصوں کو سہم امام کہتے ہیں۔ اس پر تمام احادیث و تفاسیر و کتب فقہ مذہب شیعہ متفق ہیں اور کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مستحقینِ خُمس اور اہلِ سُنّت کا مسلک

اگرچہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ خمس کے حقدار چھ ہیں۔ پھر بھی اہل سنت کے کتبِ فقہ میں مستحقین خمس کی تعداد بدلتی رہی ہے جیسا کہ مذکورہ ذیل عبارات سے واضح ہے۔

۱۔ فالخمس کان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خمسۃ اسھم وسھم لرسول اللہ وسھم لذوی قرابتہ من بنی ھاشم وبنی عبد المطلب دون بنی عبد الشمس و بنی نوفل (تفسیر مدارک حاشیہ تفسیر خازن ص ۱۹۵ جلد ۲، تفسیر کبیر فخر الدین رازی ج ۴ ص ۲۲۱)

پس خمس آنحضرتؐ کے زمانہ میں پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ رسولِ خدا اور دوسرا ان کے قرابت داروں کا بنی ہاشم اور بنی مطلب میں سے نہ کہ بنی نوفل اور بنی عبد الشمس میں ہے۔

۲۔ واما بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم فسهمه ساقط بموته وكذالك سهم ذوى القربى وانما يعطون لفقرهم ولا يعطى اغنياءهم فيقسم على اليتامى والمساكين وابن السبيل وعن ابن عباس رضى الله عنه انه كان على ستة اسهم سهم الله وللرسول سهما وسهم لاقاربه فاجرى ابو بكر رضى الله عنه الخمس على ثلاثة وكذا عمر رضى

لیکن رسولِ خدا کی زمان کے بعد ان کی وفات سے ان کا حصّہ ساقط ہوگیا اور اسی طرح ذوی القربیٰ کا حصّہ ساقط ہوگیا۔ اب ان کو فقر کی وجہ سے دیا جا سکتا ہے ان کے غنیوں کو نہیں مل سکتا پس تقسیم کیا جائے گا۔ تیمیوں مسکینوں اور مسافروں پر اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خمس چھ حصّوں پر تھا ایک حصّہ خدا کا دوسرا رسول کا تیسرا ان کے اقارب کا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خمس کو تین حصّوں میں جاری کردیا اور اسی طرح عمر نے اور

بعدہ من الخلفاء رضی اللہ عنہم (تفسیر مدارک
برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۹۶
تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۱)

ان کے بعد کے خلفاء رضی اللہ عنہم نے

علماء اہل سنت نے خدا کا حصہ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے۔

۳۔ ان قولہ للہ لیس المقصود منہ اثبات نصیب اللہ فان الاشیاء کلہا ملک للہ وملکہ وانما المقصود منہ ابتہاح الکلام بذکر اللہ علی سبیل التعظیم
(تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۷۲)

خدا کا فرمان۔ (فان خمسہ للہ) اس سے یہ مقصود نہیں کہ خدا کا حصہ شریک کیا جائے۔ کیونکہ سب چیزیں اس کی ملکیت اور اس کا ملک ہیں بلکہ اس سے مقصود خدا کے ذکر سے برکت حاصل کرنا ہے تاکہ اس سے اس کی عظمت و برتری ظاہر ہو۔

وفاتِ رسولؐ کے بعد تقسیم خمس کے بارے میں امام شافعی کی رائے یہ ہے

۲۔ واما بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الشافعی رحمۃ اللہ یصرف ان یقسم علی خمسۃ اسہم سہم لرسول اللہ یصرف الی ماکان یصرفہ الیہ من مصالح المسلمین کعدۃ الغزاۃ من الکراع والسلاح وسہم ذوی القربیٰ من اغنیاءھم و فقراءھم یقسم بینھم للذکر مثل حظ الانثیین۔

(تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی جلد ۴ صفحہ ۳۴۳)

لیکن وفات رسول خدا کے بعد شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ خمس پانچ حصّوں میں تقسیم کیا جائے۔ ایک رسول خدا کا حصّہ جو اس کام میں صرف کیا جائے جس میں آپ صرف کرتے تھے یعنی مصالح مسلمین میں جیسے غازیوں کی تیاری کے لئے سامان و اسلحہ حرب وغیرہ اور سہم ذوی القربیٰ قرابت داران رسولؐ کو دیا جائے غنی ہوں یا فقیر۔ مرد کو دوگنا اور عورت کو ایک حصّہ۔

۵۔ ولذی القربیٰ
والیتامیٰ والمساکین
وابن السبیل فکانہ
قال فان للہ خمسہ
یصرف الی ھولآء
الاخصین بہ و
حکمہ بعد باق
غیران سہم الرسول
یصرف الی ما کان
یصرفہ اللہ من
مصالح المسلمین کما
نقلہ الشیخان و
قیل الی الامام و
قیل الی الاصناف
الاربعۃ۔ وقال ابوحنیفۃ
سقط سہمہ و سہم
ذی القربیٰ بوفاتہ
وصار الکل الی الثلاثۃ
الباقیۃ وعن المالک

ولذی القربیٰ الخ
پس خدا نے فرمایا۔ کہ پانچواں
حصہ خدا کا ہے۔
جو ان مخصوصین پر صرف
ہوگا اور اس کا حکم
اس کے بعد باقی ہے
علاوہ بریں کہ رسولؐ کا
حصہ اس کام میں صرف
ہوگا۔ جس میں رسولؐ
صرف کرتے تھے۔ مصالح
مومنین سے جیسا کہ
شیخین نے نقل کیا ہے
اور کہا جاتا ہے کہ
امام کا حق ہے۔ اور کہا گیا
ہے کہ چار حقداروں کا حق ہے اور
ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ
کی وفات سے رسولؐ اور
ذی القربیٰ کا حصہ ساقط ہوگیا
یہ سہم باقی تین حقداروں کیلئے ہے اور علم

الامر فيه مفوض الى الامام يصرفه الى ما يراه الخ وذهب ابو العالية الى ظاهر الاية فقال يقسم الى ستة اقسام و يقسم سهم الله الى الكعبة كما روى انه كان ياخذ منه قبضة فيجعلها للكعبة ثم يقسم ما بقى على خمسة وقيل سهم الله لبيت المال وقيل هو مضموم الى سهم الرسول وذوى القربى بنو هاشم وبنو المطلب لما روى انه قسم سهم ذوى القربى عليهما۔	مالک کہتے ہیں کہ امر امام کے سپرد ہے۔ وہ جہاں مناسب سمجھیں صرف کریں۔ اور ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ظاہر آیۃ یہی ہے کہ خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے اور خدا کا حصہ کعبہ پر تقسیم کیا جائے۔ کیونکہ روایت ہے کہ آنحضرت ایک مٹھی خمس سے لے کر کعبہ کے لئے رکھ لیتے تھے پھر باقی پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا اور کہا گیا ہے کہ خدا کا حصہ بیت المال کے لئے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اسے سہم رسول سے ملا دیا جائے۔ اور ذی القربیٰ بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں کیونکہ مروی ہے کہ سہم ذی القربیٰ ان دونوں کو تقسیم کرتا ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک خمس کے داخل

پانچ حصے ہیں اور وفاتِ رسولؐ کے بعد تین حصے رہ گئے ہیں۔ نیز اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد اولاد ہاشم و مطلب ہے۔ یعنی ساداتِ ہاشمی و مطلبی ہے۔ نہ کہ امام زمانہ۔ امام شافعی نے بھی اولاد عبد المطلب کو ذی القربیٰ قرار دیا ہے۔ یعنی ذی القربیٰ سے مراد سادات لینا اہل سنت کا مذہب ہے بالاتفاق اور ذی القربیٰ سے مراد اولوالامر حجۃ منتظر اور امام لینا شیعوں کا مذہب ہے۔ بالاتفاق۔ لہٰذا آیہ غنیمت میں ذی القربیٰ سے سادات مراد لینا اور امام مراد نہ لینا شیعوں کی متفق علیہ احادیث و تفاسیر سے صریحی مخالفت اور مسلک اہل سنت کی کھلی ہوئی تائید ہے۔

مذہب شیعہ میں

(ذی القربیٰ)

سے مراد امام زمانہ ہیں

آیۂ واعلموا انما غنمتم فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ الخ میں ذی القربیٰ سے مراد امام زمانہ ہیں اور خدا و رسول کے بعد اس میں تیسرا حصہ ان کا قرار دیا گیا ہے۔

ارباب معرفت کے سمجھنے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ جس طرح آیت قل لا اسألکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ میں قربیٰ سے مراد حضرت خاتونِ جنت اور ائمہ طاہرین ہیں۔ جو سب کے سب معصوم ہیں۔ اور جس طرح آیۂ و آت ذا القربیٰ حقہ میں ذی القربیٰ سے مراد خاتونِ جنت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں اور اسی حکم کی بناء پر حضرت سرور کائنات نے فدک خاتونِ جنت کے حوالہ فرمادیا تھا اسی طرح آیت غنیمت میں ذی القربیٰ سے مراد خاتون جنت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ نہ کہ تمام بنی ہاشم یا اولاد عبدالمطلب اور اسی بنا پر حق خمس کا مطالبہ خاتونِ جنت نے فرمایا۔ اور یا ائمہ طاہرین نے۔ کسی اور کو یہ جرأت نہیں ہوتی۔

رہی آیۂ وانذر عشیرتک الاقربین (اپنے قرابت والوں کو ڈراؤ) جو بعیت العشیرہ کے لئے نازل ہوئی تھی۔ تو اس میں تو وہ قریش بھی شامل تھے۔ جو آخر تک کافر رہے۔ اور شرف اسلام سے بھی محروم دنیا سے اٹھے۔ اگر کوئی ناسمجھ انہیں مستحق خمس قرار دیدے تو اس سے زیادہ ظلم و اندھیر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ احادیث و تفاسیر و کتب فقہ مذہب شیعہ اس پر متفق ہیں کہ ذی القربیٰ سے مراد امام زمانہ ہیں جو آنحضرت کے بعد اپنے اپنے زمانہ میں ان کے قائم مقام اور ساری امت کے ہادی اور ان کے نظام و فلاح کے ذمہ دار ہیں۔ مذہب شیعہ میں کوئی مستند حدیث اس کے خلاف نہیں ہے

اور ہر حدیث میں ذی القربیٰ کی تشریح ذی القربیٰ یا اولی الامر یا امام سے کی گئی ہے۔ اتمام حجت کے لئے چند احادیث وتفاسیر وغیرہ پیش کی جاتی ہیں :-

(۱) فسهم الله وسهم رسول الله لاولی الامر بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وراثة وله ثلاثة اسهم سهمان وراثة وسهم مقسوم له من الله وله نصف الخمس كملا ونصف الخمس الباقي بين اهل بيته فسهم ليتامٰهم وسهم لمساكينهم وسهم لابناء سبيلهم يقسم بينهم على الكتاب والسنة ما يستغنون به في سنتهم فان فضل عنهم شيء فهو للوالي وان عجز ونقص من استغناء هم كان على الوالي ان ينفق من عنده بقدر ما يستغنون به وانما صار	(۱) پس خدا و رسول کا حصہ ان کا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اولوالامر ہوں۔ بحیثیت وراثت کے ان کے تین حصے ہیں دو حصے وراثت نبی سے اور ایک اپنا مقرر حصہ اُن کے لئے کامل نصف خمس ان کا حصہ ہے اور باقی نصف ان کے خاندان کا ہے ایک حصہ سادات کے یتیموں کا دوسرا ان کے مسکینوں کا اور تیسرا ان کے مسافروں کا جو ان پر کتاب وسنت کے مطابق تقسیم ہوگا۔ جو ان کے سال کے لئے کافی ہو پس اگر ان سے بچ رہے تو وہ امام کا ہے اور اگر کم پڑے تو والی پر فرض ہے کہ انہیں اپنے

علیہ ان یمونھم لانّ لہ ما فضل عنھم (اصول کافی جلد ۱ صـ۳۵۳ اور اسی کے مثل مذکورہ ذیل کتب میں ہے۔

تہذیب جلد اول صـ۲۵۴ - مراۃ

پاس سے اس قدر دیں کہ وہ ایک سال کے لئے مطمئن ہوجائیں اور ان پہ سال کا خرچ دینا اس لئے فرض ہے کہ جو بچ جائے وہ انہی کا ہے۔

العقول جلد اول صـ۴۴۳ - استبصار جلد ۲ صـ۵۶ - جواہر الکلام جلد ۳ صـ۱۳۹ تفسیر البرہان جلد ۱ صـ۳۹۷ مستمسک العروۃ الوثقیٰ جلد ۶ صـ۶۳۳ -

(۲) ابو عبد اللہ علیہ السلام قال الاکل امرء غنم او اکتسب الخمس مما اصاب لفاطمۃ علیھا السلام ولمن یلی امرھا من بعدھا وورثتھا الحجج علی الناس فذالک لھم خاصۃ یضعونہ حیث شاؤا (استبصار صـ۳۳ طبع لکھنؤ جزء دوم)

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص نے فائدہ حاصل کیا یا کمایا اس میں سے پانچواں حصہ حضرت خاتون جنت کا ہے اور ان کا ہے جو ان کے امر کے ولی ہوں۔ اور ان کے اولاد وارثوں کا ہے جو لوگوں پر خدا کی حجت ہوں پس یہ خاص ان کا ہے وہ اسے جو چاہیں کریں اور جہاں چاہیں صرف کریں

(۳) فقال ابو الحسن الثالث ما کان لابی علیہ السلام بسبب الامامۃ فھو لی وما

(۳) پس فرمایا امام علی نقی علیہ السلام نے کہ جو میرے باپ کا امامت کی وجہ سے حق تھا وہ میرا ہے اور جو اس کے

كان غيرذالك فهوميراث على كتاب الله وسنة نبيه عليه السلام (من لايحضره الفقيه)

علاوہ ہے وہ میراث ہے کتاب خدا اور ارشاد رسول علیہ السلام کے مطابق۔

(۴) فسهم الله وسهم رسوله لرسول الله صلى الله عليه وآله وسهم الله و سهم رسوله لولى امر بعد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ووارثه الخ (تهذيب جلد اوّل ص۲۵۴)

(۴) پس خدا اور رسول کے حصے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد خدا اور رسول کے حصے ان کے ولی امر کے ہیں۔ جو ان کے وارث ہیں۔

(۵) عن الرضا عليه السلام قال سئل عن قول الله واعلموا انما غنمتم من شيءٍ فان لله خمسه وللرسول ولذى القربى فقيل له فما كان لله فلمن هو فقال لرسول الله وما كان لرسول الله فهو للامام فقيل له ارأيت ان كان صنف من

(۵) حضرت امام رضا علیہ السلام سے راوی کہتا ہے اس نے سوال کیا کہ خدا کی اس آیت کے بارے میں واعلموا انما غنمتم الخ فرمائیں کہ خدا کا حصہ کس کا ہے فرمایا وہ رسول کا ہے اور جو حصہ رسول کا ہے وہ امام کا ہے پھر آپ سے سوال کیا گیا کہ اگر ایک صنف کے مستحق کم اور دوسرے

الاصناف اکثر وصنف اقل
مایصنع به قال ذالك الی
الامام ارأیت رسول الله
کیف یصنع الیس انما کان
یعطی علی مایری کذالك
الامام (اصول کافی ص۳۵۵-
تفسیر صافی ص۲۲۱ طبع ایران)

(۶) قال سمعت امیر المؤمنین
علیه السلام یقول نحن والله
الذین عنی الله بذی القربی
الذین قرنهم الله بنفسه
ونبیه فقال ما افاء الله
علی رسوله من اهل القری
فلله وللرسول ولذی القربی
والیتمی والمساکین وابن
السبیل منها خاصة لم یجعل
لنا سهما فی الصدقة واکرم
الله نبیه واکرمنا ان یطعمنا
اوساخ ما فی ایدی الناس

کے زیادہ ہوں تو پھر کیا کیا جائیگا
فرمایا اس کا اختیار امام کو ہے کیا
تم نے نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے موقعوں پر
کیا کرتے تھے۔ کیا ایسا نہیں تھا
کہ جس طرح مناسب سمجھتے تقسیم
فرماتے تھے اسی طرح امام کرینگے۔

(۶) راوی نے کہا کہ میں نے
حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو
یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم
وہ ذی القربیٰ ہم ہی ہیں جن کو خدا
نے اپنی ذات اور اپنے نبی سے
قریب رکھا ہے۔ ہم ہی کو مراد لیا
ہے۔ پس فرمایا ہے کہ خدا نے اہل
قریٰ سے جو کچھ رسول کو مال فیئ
دیا ہے۔ پس وہ خدا و رسول و
ذی القربیٰ اور یتیموں مسکینوں اور
مسافروں کا ہے جو خاصکر ہم میں سے
ہوں اس لئے کہ ہمارا کوئی حصّہ

(اصول کافی ص۳۵۲۔ مرآۃ العقول ص۲۳۲ ۔ تفسیر صافی ص۲۲۱)

صدقہ میں نہیں قرار دیا اور اس نے اپنے نبی کا اور ہمارا یہ اکرام کیا ہے کہ ہم لوگوں کا میل کھانے سے محفوظ رہیں۔

(۷) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیئٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ قال امیر المؤمنین والائمۃ علیہم السلام (تفسیر البرہان جلد۱ ص۳۹۷)

(۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیۂ واعلموا انما غنمتم من شیئٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ الخ کے بارے میں ذکر کیا کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ائمہ علیہم السلام ہیں۔

(۸) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ سئل عن قول واعلموا انّما غنمتم من شیئٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل فقال خمس اللہ عزّ وجل للامام وخمس الرسول للامام وخمس ذی القربیٰ فقرابۃ الرسول للامام والیتمیٰ یتامی

(۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیۂ واعلموا انّما غنمتم من شیئٍ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ الخ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ خدائے عزّ وجل کا خمس بھی امام کا ہے اور رسول کا خمس بھی امام کا ہے اور ذی القربیٰ کا خمس بھی امام کا ہے اور یتیموں سے مراد آلِ رسول

آل الرسول والمساكين منهم
وابناء السبيل منهم فلا يخرج
منهم الى غيرهم (تفسير البرهان
جلد ۱ ص۳۹۹) تہذیب جلد اول ص۲۵۳
تفسیر صافی ص۱۸۵)

کے یتیم اور مساکین سے مراد آل رسول
کے مسکین اور ابن السبیل سے مراد
آل رسول کے مسافر ہیں پس ان
سے ان کے غیر کی طرف خارج نہیں
ہو سکتے۔

(۹) عن الرضا عليه السلام
انه قيل له فما كان لله
من الخمس فلمن هو فقال
لرسول الله وما كان لرسول
الله فهو للامام (جواہر الکلام
جلد ۳ ص۱۳۹ مستمسک العروة
الوثقیٰ جلد ۲ ص۴۶۲)

(۹) حضرت امام رضا علیہ السلام
سے سوال کیا گیا کہ خمس میں سے
خدا کا حصہ کس کو ملیگا۔ فرمایا۔
کہ رسول خدا کو اور جو رسول خدا
کا حصہ ہے وہ امام کو۔

(۱۰) عن الصادق ان الله
لم يسئل خلقه مما في
ايديهم قرضا من حاجته
به الى ذالك وما كان لله
من حق فهو لوليه (جواہر الکلام
جلد ۳ ص ۱۳۸/۱۳۹

(۱۰) امام جعفر صادق علیہ السلام
سے مروی ہے کہ خدا نے اپنی مخلوق
سے ان کا مال اس لئے طلب نہیں
کیا کہ اسے اس کی حاجت ہے بلکہ
جو خدا کا حق ہے وہ اس کے ولی
کا ہے۔

(۱۱) ماذهب اليه اصحابنا

(۱۱) جس طرف ہمارے علماء گئے ہیں

وهو ان الخمس يقسم على ستة
اسهم سهم لله وسهم للرسول
وهذان السهمان مع سهم
ذى القربى للامام القائم
مقام الرسول وسهم ليتامى
آل محمد ومساكينهم وابناء
سبيلهم (تفسير مجمع البيان ص۵۴۴
جلد ۲)

وہ یہ ہے کہ خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا
کیا جائے ایک حصہ خدا کا دوسرا
رسول کا اور یہ دونوں حصے مع
ذی القربیٰ کے حصہ کے امام کے
ہیں جو رسول کے قائم مقام ہوں
اور ایک ایک حصہ آل محمدؐ کے
یتیموں، مسکینوں اور مسافروں
کا ہے۔

(۱۲) قال اصحابنا ان الخمس
يقسم على ستة اسهم سهم
لله وسهم للرسول عليه
السلام وسهم لذى القربى
فهذه الاسهم الثلاثة اليوم
للامام القائم مقام الرسول
صلى الله عليه وآله وسلم
وسهم ليتامى آل محمد وسهم
لمساكينهم وسهم لابناء
سبيلهم لايشركهم فى ذالك
غيرهم لان الله حرم عليهم

(۱۲) ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ
خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا جائے۔
ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام کا اور تیسرا حصہ
ذی القربیٰ کا۔ پس آج یہ تینوں
حصے امام کے ہیں جو رسول کے قائم
مقام ہوں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اور ایک حصہ آل محمدؐ کے یتیموں۔
دوسرا مسکینوں اور تیسرا مسافروں
کا ہے اس میں ان کا غیر ان کا شریک
نہیں ہے اس لئے کہ خداوند عالم

الصدقة لكونها اوساخ الناس
وعوضهم من ذالك الخمس
(تفسير جوامع الجامع علامه طبرسی ص ۱۶۸)
(۱۳) فمن الغنيمة يخرج
الخمس ويقسم على ستة
اسهم سهم الله وسهم
الرسول وسهم الامام فسهم
الله وسهم رسوله يرثه
الامام فيكون للامام ثلاثة
اسهم من ستة والثلاثة
الاسهم لايتام آل الرسول
ومساكينهم وابناء سبيلهم
وانما صارت للامام وحده
من الخمس ثلاثة اسهم
لان الله الزمه ما الزم النبی
من تربية الايتام ومؤن
المسلمين وقضاء ديونهم
وحملهم فی الحج والجهاد
وذالك قول رسول الله لما

لئے ان پر صدقہ حرام کیا ہے۔ اس لئے
کہ وہ لوگوں کا میل ہے اور اس کے
عوض انکو خمس کا حق دیا ہے۔
(۱۳) پس فائدہ سے خمس نکالا
جائے اور اسے چھ حصوں پر تقسیم
کیا جائے۔ ایک حصہ خدا کا دوسرا
رسول کا تیسرا امام کا پس خدا و
رسول کے وارث امام ہیں پس امام
کے تین حصے ہیں چھ حصوں میں سے
اور تین حصے آل رسول کے یتیموں
مسکینوں اور مسافروں کے ہیں۔
اور صرف امام کے لئے چھ حصوں
میں سے تین حصے اس لئے مقرر ہیں
کہ خدا نے امام پر وہی فرائض لازم
کئے ہیں جو نبی پر لازم ہیں۔ مثلاً
یتیموں کی پرورش مسلمانوں کے
خرچہ کا انتظام اور ان کے قرضوں
کی ادائی اور ان کے حج و جہاد کا
انتظام۔ اور یہ رسول خدا کا ارشاد

انزل الله علیه النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم وهو اب لهم فلما جعله الله ابا للمؤمنین لزمه ما یلزم الوالد للولد فقال عند ذالك من ترك مالا فلورثته ومن ترك دینا او ضیاعا فعلی الوالی فلزم ما لزم الرسول فلذالك صار له من الخمس ثلاثة اسهم (تفسیر قمی ص۲۵۲ تفسیر صافی ص۲۴۲)

جب خدا نے ان پر یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ نبی مومنوں کے نفسوں کا حاکم ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور نبی ان کا باپ ہے پس جب خدا نے انہیں مومنوں کا باپ قرار دیا ہے تو ان پر وہ سب کچھ لازم ہے جو بیٹے کے لئے باپ پر لازم ہوتا ہے اس موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مال چھوڑے تو میں اس کا وارث ہوں اور جو قرضہ یا پونجی چھوڑے تو وہ والی پر ہے پس ان پر لازم ہو گیا جو رسول پر لازم ہے اس لئے خمس میں سے تین حصے حق ان کا قرار پائے۔

(۱۴) عن ابی عبد الله علیه السلام فی قوله تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ قال امیر المؤمنین

(۱۴) امام جعفر صادق علیہ السلام قول خدا واعلموا انما غنمتم من شیئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت

والائمة۔ (تفسیر البرہان جلد اول ص۳۹۷)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ذی القربٰی ائمہ ہیں۔

(۱۵) وفی التھذیب عن احدھما خمس اللہ للامام وخمس ذی القربٰی لقرابة الرسول والامام والیتٰمی یتامٰی اٰل الرسول والمساکین منھم وابناء السبیل منھم فلایخرج منھم الی غیرھم (تفسیر صافی ص۱۸۵)

(۱۵) اور تہذیب میں امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ خدا کا خمس امام کا ہے اور ذی القربٰی کا خمس رسول کے قرابت دار اور امام کا ہے اور یتیم و مسکین اور مسافر آل رسول کے حقدار ہیں۔ پس ان سے خارج ہو کر انکے غیر کو نہیں ملیگا

(۱۶) فالذی للہ فلرسول اللہ احق بہ فھو لہ خاصة والذی للرسول ھو لذوی القربٰی والحجة فی زمانہ فالنصف لہ خاصة والنصف للیتٰمی والمساکین وابناء السبیل من اٰل محمدؐ الذین لاتحل لھم الصدقة ولا الزکوٰة عوضھم اللہ

(۱۶) جو خدا کا حصّہ ہے وہ رسول خدا کا حصّہ ہے اور خاص انکے لئے ہے اور جو رسول کا حصّہ ہے وہ ذی القربٰی کا ہے جو اپنے زمانے میں حجّتِ خدا ہوں پس نصف خاص ان کا ہے اور نصف یتیموں مسکینوں اور مسافروں کا ہے آل محمدؐ سے جن پر صدقہ حلال نہیں ہے اور نہ زکوٰۃ بلکہ اس کے عوض

مکان ذالک بالخمس فهو یعطیهم علی قدر کفایتهم فان فضل منهم شیئ فهو له وان نقص منهم ولم یکفهم اتمه لهم من عنده کما صار له الفضل کذالک لزمه النقصان - (تهذیب جلد اول ص۲۵۳ - جواہر الکلام جلد ۳ ص۱۳۹ ومثلہ مستمسک العروۃ الوثقی جلد ۹ ص۱۴۶)

خدا نے ان کو خمس کا حق دیا ہے پس وہ انہیں بقدر کفایت عطا کرینگے پس اگر ان سے کچھ بچ رہیگا تو وہ امام کا ہے اور اگر کم پڑے اور انہیں کافی نہ ہو تو اپنے پاس سے ان کی کمی پوری کرینگے۔ جیسے ان سے بچا ہوا ان کا حق ہے اسی طرح کمی پوری کا پورا کرنا بھی ان کے ذمہ ہے۔

(۱۷) عن الرضا علیه السلام اما لله منه فقول الله عزوجل واعلموا انما غنمتم من شیئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ فقرن الله ذی القربیٰ مع سهمه بسهم رسول الله فهذا فصل ایضاً بین الآل والامة لان الله عزوجل

(۱۷) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے آیۂ واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ الآیہ جو فرمایا ہے تو اس نے ذی القربیٰ کا حصہ اپنے حصہ اور اپنے رسول کے حصہ کے ساتھ قرار دیا ہے پس یہ بھی ایک فصل اور فرق ہے آل اور امت میں۔ اس لئے

جعلهم فی حیز و جعل الناس
فی حیز دون ذالك ورضی
لهم ما رضی لنفسه واصطفاهم
فیه فبدء بنفسه ثم ثنی
رسوله ثم بذی القربیٰ
فی کل ماکان من الفیئ و
الغنیمة و غیر ذالك مما
رضی عزّ وجلّ لنفسه رضیه
لهم فقال و قوله الحق واعلموا
انما غنمتم فان لله خمسه
وللرسول ولذی القربیٰ فهذا
تاکید مؤکد واثر قائم لهم
الیٰ یوم القیامة فی کتاب
الله الناطق الذی لا یأتیه
الباطل من بین یدیه ولا
من خلفه تنزیل من حکیم
حمید- واما قوله والیتمیٰ
والمساکین فان الیتیم اذا
انقطع یُتمه خرج من الغنائم

کہ خدائے عزّ وجلّ نے آلِ رسولؐ
کا درجہ الگ رکھا ہے اور امت
کا الگ- اور آلِ رسول کے لئے
اس بات پر راضی ہے جس پر
اپنے لئے راضی ہے اور ان کے
لئے انہیں چن لیا ہے- پس ابتداء
اپنی ذات سے کی ہے پھر رسول
کے لئے پھر ذوی القربیٰ کے لئے
ہر اس مال میں جو فیئ یا غنیمت
وغیرہ سے ہو- جس بات سے خدائے
عزّ وجلّ اپنے لئے راضی ہے.
اس کے لئے ان سے بھی راضی ہے.
پس فرمایا ہے اور اس کا قول حق ہے
کہ واعلموا انما غنمتم فان لله
خمسه وللرسول ولذی القربیٰ-
پس یہ زبردست تاکید اور قائم
رہنے والی نشانی ہے ان کے لئے
روزِ قیامت تک خدا کی کتاب ناطق
میں جس تک باطل کی رسائی ناممکن ہے

ولم يكن له فيها نصيب و
كذالك المساكين اذا انقطعت
مسكنته لم يصب من المغنم
ولا يحل له اخذه و سهم
ذى القربى الى يوم القيامة
قائم فيهم للغنى والفقير
لانه لا احد اغنى من الله
عزّ وجل ولا من رسول الله
فجعل لنفسه منها سهمًا
ولرسوله سهمًا فما رضيه
لنفسه ولرسوله رضيه لهم
وكذالك الفيئ ما رضيه
منه لنفسه ولنبيّه رضيه
لذى القربى كما اجراهم
فى الغنيمة فبدأ بنفسه
جلّ جلاله ثم برسوله ثم
بهم وقرن سهمهم بسهم
الله وسهم رسوله الخ (بحار الانوار
جلد ۵ ص ۳۲۷)

نہ سامنے سے اور نہ پس پشت سے
جسے اس خدا نے نازل کیا ہے جو حکمت
والا اور قابل حمد ہے رہا خدا کا فرمانا
"والیتمیٰ والمساکین" تو جب
یتیم بالغ ہو جائے تو مستحق نہیں
رہتا اور نہ اس میں اس کا حصّہ
رہتا ہے اسی طرح مسکین جب
مسکین نہ رہے تو اسے غنیمت نہ
ملیگی اور نہ اسے لینا جائز ہے۔
مگر ذی القربیٰ کا حصّہ قیامت
تک ان میں قائم رہے گا غنی ہوں
یا فقیر اس لئے کہ خدائے عزّ وجل
سے زیادہ کوئی غنی نہیں ہے۔
اور نہ خدا کے رسول سے پھر بھی
اس نے ایک حصّہ اپنا اور ایک
حصّہ اپنے رسول کا مقرر فرمایا ہے
پس جس بات پر اپنے اور اپنے
رسول کے لئے راضی ہے اس پر
ان کے لئے بھی راضی ہے۔ یہی

حال فئی کا ہے۔ کہ جس پر اپنے لئے اور اپنے رسول کے لئے راضی ہے۔ اس پر ان کے لئے بھی راضی ہے۔ جیسے انہیں غنیمت میں اپنے ساتھ موقع دیا ہے۔ پس پہلے اپنا حصّہ رکھا پھر رسول کا پھر امام کا حصہ رکھا اور ان کا حصّہ خدا و رسول کے حصّوں کے ساتھ ساتھ رکھا ہے ؛

(۱۸) جاءت قصة الصدقة فنزّه نفسه ورسوله ونزّه اهل بيته فقال انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله فهل تجد في شيء من ذالك انه عزّ وجلّ سمّى لنفسه اولرسوله اولذي القربى لانه لما نزّه نفسه عن الصدقة ونزّه رسوله نزّه اهل بيته لا بل حرم عليهم لان الصدقة محرمة على محمد وآله وهي

(۱۸) صدقہ کا ذکر آیا تو خدا نے اپنی ذات کو اور اپنے رسول اور ان کے اہل بیت کو اس سے پاک رکھا پس فرمایا کہ یقیناً صدقے فقراء و مساکین اور عاملین و مؤلفۃ القلوب اور غلام آزاد کرانے اور قرضے ادا کرنے پر اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں۔ یہ خدا کی طرف سے فرض ہے پس کیا تم نے دیکھا کہ اس میں کہیں خدا نے اپنا یا اپنے رسول کا یا ذی القربیٰ کا حصّہ رکھا ہے اس لئے کہ جب خدا نے اپنی ذات کو پاک و پاکیزہ رکھا ہے صدقہ سے تو اہل بیت رسول کو بھی پاک رکھا ہے

اوساخ ایدی الناس لاتحل لھم لانھم طھروا من کل دنس وسخ فلما طھرھم اللہ عزّوجل واصطفاھم رضی لھم مارضی لنفسہ وکرہ لھم ماکرہ لنفسہ (بحار الانوار جلد ۵ ص ۳۲۷)	بلکہ ان پر صدقہ حرام کردیا ہے اس لئے کہ صدقہ حرام ہے محمدؐ و آل محمدؐ پر اور وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے۔ ان کے لئے حلال نہیں ہے اس لئے کہ وہ ہر نجاست اور میل سے پاک کردیئے گئے ہیں پس جب انہیں

خُدا نے پاک کردیا ہے اور چُن لیا ہے تو ان کے لئے اس چیز پر راضی ہے جس پر اپنے لئے راضی ہے اور ان کے لئے بھی اس چیز کو مکروہ قرار دیا۔ جسے اپنے لئے مکروہ قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام ذی القُربیٰ کے بارے میں

ان تمام احادیث و تفاسیر سے جو معنی و مفہوم کے لحاظ سے ایک دوسری کی مؤید اور ہم مقصد ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا و رسول کے حصّوں کے وارث اور اپنے حصہ کے مالک و مختار آنحضرتؐ کے بعد سے لے کر قیامت تک امام زمانہ اور حجت خدا ہیں۔ جنھیں خدائے عزّوجل نے طیب و طاہر کرکے منتخب فرمایا ہے اور انہیں ہر کثافت اور میل سے محفوظ رکھا ہے۔ وہ خاندانی وراثت کے لحاظ سے نہیں بلکہ منصب امامت پر فائز ہونے کی وجہ سے ہر امر میں خدا و رسول کے وارث اور ان تمام فرائض و امور کے ذمہ دار ہیں جن کے اپنے زمانہ میں رسول اسلام ذمہ دار تھے۔ اس لئے ہر امام کے بعد

ان کے ذاتی مال کی وارث تو ان کی اولاد وغیرہ وارثانِ شرعی ہوں گے لیکن خمس کے مذکورہ حصّہ کے حقدار صرف وہ ہوں گے جو ان کے بعد منصب امامت پر فائز ہوں

انھیں کو قرآن مجید میں ذی القربیٰ فرمایا گیا ہے۔ اور احادیث میں کہیں اولوالامر، کہیں والی، کہیں حجۃ یا حجۃ اللہ کہیں امام اور کہیں اہلبیت فرمایا گیا ہے۔

یہ درست ہے کہ صدقہ ائمہ طاہرین علیہم السّلام کی اولاد پر بھی حرام ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جن جن پر صدقہ حرام ہے وہ سب وہی اہل بیت ہیں۔ جن کو خدا نے پاک کیا ہے اور خدا نے ان کا انتخاب فرمایا ہے البتہ جن اہل بیت کو خدا نے پاک کیا ہے اور چنا ہے ان کے احترام کے لئے ان کی اولاد پر بھی نادر و زکٰوت صدقہ حرام فرما دیا ہے۔ اور ان میں جو یتیم یا مسکین یا مسافر ہوں انہیں خمس کا حصّہ دار قرار دیا ہے۔

اب رہا یہ کہ وہ ذمہ داریاں کیا ہیں۔ جن کے رسول کے بعد انہی کی طرح امام ذمہ دار ہیں تو اس کی تفصیل و تشریح مذکورہ احادیث میں موجود ہے یعنی یتیموں کی پرورش مسلمانوں کے سال کے خرچ کا انتظام اور ان کے قرضوں کی ادائی۔ حج اور جہاد کی تیاری اور اس کے اخراجات اور تمام وہ کام جو مومنین کے لئے مفید ہوں اور جن کی مومنین کو ضرورت ہو جیسے تعلیم و تبلیغ دین وغیرہ ان کی تکمیل وہ حسب ضرورت و مصلحت سہم امام سے فرماتے ہیں اگرچہ اس کا ایک اور ذریعہ انفال بھی تھا مگر اس سے تو حقدار اکثر محروم

کر دیئے گئے۔ اس لئے تمام ذمہ داریوں کی تکمیل اب صرف سہم امام سے ہو سکتی ہے

کیا ذی القربیٰ سے مراد رسول کے تمام اہل خاندان ہیں؟

بعض لوگ اس خیال کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:۔

فی الفقیہ والتہذیب والعیاشی عن الصادق علیہ السلام اما خمس اللہ فللرسول یضعہ فی سبیل اللہ واما خمس الرسول فلاقاربہ وخمس ذوی القربیٰ فهم اقرباءہ والیتامیٰ یتامیٰ اہل بیتہ فجعل ہذہ الاربعۃ اسہم فیہم واما المساکین وابن السبیل فقد عرفت انا لا ناکل الصدقۃ ولا تحل لنا فهی للمساکین وابناء السبیل۔

فقیہ اور تہذیب اور عیاشی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ خمس سے خدا کا حصہ رسول کا ہے جسے وہ راہِ خدا میں صرف کریں۔ اور رسول کا حصہ ان کے اقرباء کے لئے ہے۔ اور ذی القربیٰ کا حصہ اقربائے رسول کا ہے اور یتامیٰ سے مراد اہل بیت کے یتیم ہیں یہ چار حصے ان میں قرار دیئے گئے ہیں لیکن مساکین اور مسافر پس تم جانتے ہو کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور نہ ہمارے لئے حلال ہے۔ پس وہ عام مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔

اس حدیث کا حل خود اس کے الفاظ میں موجود ہے اس لئے کہ تمام

احادیث کا اتفاق ہے کہ یتیموں کی طرح مسکینوں اور مسافروں سے مراد بھی صرف سادات کے مسکین اور مسافر ہیں۔ مگر اس حدیث میں یتیموں کو تو صرف سادات میں منحصر کیا گیا ہے مگر مسکینوں اور مسافروں کے حصہ کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ متفقہ اور فیصلہ کن احادیث کے خلاف ہے۔ اس حدیث کا فیصلہ خود شاہد ہے کہ یہ حدیث دوسرے گھر سے آئی ہے جس کی تفصیل اہل سنت کے مسلک میں معلوم ہو جائیگی اس لئے کہ ان کے نزدیک مسکینوں اور مسافروں سے مراد بھی عام ہیں اور یتیموں سے بھی۔ اور ذی القربیٰ سے مراد اولاد ہاشم و اولاد مطلب ہے

ذی القربیٰ کے معنی میں اہل سُنّت کا مسلک

(۱) ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل الخ	(۱) آیۂ ولذی القربیٰ الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل
ثم قال فان للہ خمسہ یصرف الی ھؤلاء الاخمسین بہ وحکمہ بعد باق غیران سھم الرسول	میں گویا خدا نے فرمایا ہے کہ للہ خمسہ الی آخرہ کا مطلب یہ ہے کہ خمس مخصوص ان مستحقین پر صرف کیا جائے اور اس کا حکم

الی ما کان یصرفه الیه من
مصالح المسلمین کما نقله الشیخان
وقیل الی الامام وقیل الی
الاصناف الاربعة۔ وقال
ابوحنیفة سقط سهمه و
سهم ذی القربیٰ بوفاته
وصار الکل الی الثلاثة
الباقیة وعن المالك الامر
فیه مفوض الی رأی الامام
یصرفه الی ما یراه اتم و
ذهب ابو العالیة الیٰ ظاهر
الأیة فقال یقسم الیٰ
ستة اقسام ویقسم سهم
الله الی الکعبة لما روی
انه ؐ کان یاخذ منه قبضة
فیجعلها للکعبة ثم یقسم
ما بقی علیٰ خمسة وقیل
سهم الله تعالیٰ لبیت المال
وقیل هو مضموم الیٰ سهم

ابھی باقی ہے اس کے علاوہ یہ
ہے کہ رسول کا حصّہ اس کام میں
صرف کیا جائے جس میں آنحضرتؐ
صرف فرماتے تھے۔ یعنی مصالح
مسلمین پر جیسا کہ شیخین نے نقل
کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ امام
کو دیا جائے اور کہا گیا ہے کہ
باقی چار مستحقوں کو دیا جائے۔
اور ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ
کی وفات سے رسول اور ذی القربیٰ
کا حصّہ ساقط ہو گیا اور سب
ما بقی تین حصّہ داروں کا حق
ہے۔ اور امام مالک کہتے ہیں
کہ یہ فیصلہ امام کے سپرد ہے جہاں
وہ مناسب سمجھیں صرف کریں۔
اور ابو العالیہ ظاہر آیت کی طرف
گئے ہیں پس انہوں نے کہا ہے
کہ خمس چھ حصّوں پر تقسیم کیا جائے
اور خدا کا حصّہ کعبہ کو دیا جائے

الرسولؐ و ذی القربی بنوھاشم وبنو المطلب لما روی انہ قسم سھم ذوی القربی علیھما (تفسیر بیضاوی آیۃ غنمتم)

جیسا کہ روایت ہے کہ آنحضرتؐ خمس سے مٹھی بھر کر لیتے اور کعبہ کے لئے رکھ دیتے تھے۔ پھر مابقی پانچ حصوں پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ خدا کا حصہ بیت المال کے لئے ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اسے رسولؐ کے حصہ سے ملا دیا جائے۔ اور ذی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں اس لئے کہ روایت ہے کہ ذوی القربی کا حصہ ان دونوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

(۲) ولذی القربی یعنی اقارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واختلفوا فیھم فقال قوم ھم جمیع قریش وقال مجاھد وعلی بن الحسین ھم بنو ھاشم وقال شافعی ھم بنو ھاشم و بنو المطلب ابن عبد مناف ولیس لبنی عبد الشمس و بنی نوفل منہ شیئ مع انھم کانوا بنی عبد مناف ایضا الخ

(۲) ولذی القربی یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اقرباء۔ اور مفسرین نے ان میں اختلاف کیا ہے۔ پس ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ تمام قریش ہیں۔ اور مجاہد اور علی بن الحسینؑ نے کہا ہے کہ وہ بنو ہاشم ہیں اور شافعی نے کہا ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں جو عبد مناف کے فرزند تھے اور اولاد عبد الشمس اور اولاد نوفل کا

(تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۳۳ طبع
ہاشمی میرٹھ)

(۳) اما الخمس فقسم علی ثلاثة
اسهم سهم لليتامى وسهم
للمساكين وسهم لابن السبيل
يدخل فقراء ذوي القربى
فيهم ويقدمون ولا يدفع الى
اغنياءهم - ذكر الله في الخمس
تبركا وسهم النبي سقط بموته
وسهم ذوي القربى كانوا
يستحقونه في زمن النبي بالنصرة
وبعده بالفقر - (ہدایہ جلد ۲
صفحہ ۵۵۴)

اس میں کچھ حصہ نہیں ہے حالانکہ وہ
بھی عبد مناف کی اولاد ہیں۔

(۳) خمس کے تین حصے کیے جائیں گے
ایک حصہ یتیموں کا دوسرا مسکینوں
کا تیسرا مسافروں کا ذوی القربیٰ کے
فقراء بھی اس میں داخل ہیں اور
ان کو مقدم کیا جائے۔ مگر ان کے
غنیوں کو نہ دیا جائے۔ خمس میں خدا
کے نام کا ذکر تبرکاً کیا گیا ہے اور
نبی کا حصہ ان کی موت سے ساقط
ہو گیا۔ رہا ذوی القربیٰ کا حصہ
تو وہ رسول کے زمانہ میں اس کے
مستحق تھے حضرت کی وجہ سے اور
اس کے بعد فقر کی وجہ سے مستحق ہو سکتے ہیں۔

(۴) ایک بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ خمس کا ہے قرآن مجید میں ایک آیت میں ہے
واعلموا انما غنمتم فان لله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتمى
والمساكين وابن السبيل (پ ۱۰ انفال) جو کچھ تم کو جہاد کی لوٹ میں
ہاتھ آئے۔ اس کا پانچواں حصہ خدا کے لئے اور پیغمبر کے لئے اور رشتہ داروں
کے لئے اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اس آیت سے

ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے رشتہ داروں کا بھی حصہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس جو صاحب دریائے علم کہلاتے تھے نہایت زور کے ساتھ اس آیت سے خمس پر استدلال کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں اگرچہ مصلحتاً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حقدار ہیں۔ جو حضرت علیؓ و عبداللہ بن عباس کی رائے نہ تھی بلکہ تمام اہل بیت کا اس مسئلہ پر اتفاق تھا۔ (الفاروق مولانا شبلی نعمانی ص۴۹۷ و ص۴۹۸)

حضرت عمر کے متعلق لوگوں کا بیان ہے کہ وہ قرابت داران پیغمبر کو مطلق خمس کا حقدار نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ اہل بیت کو کبھی خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ (الفاروق ص۴۹۸)

ذی القربیٰ کے معنی میں مذہب شیعہ اور مذہب اہلسنّت کا فرق

(۱) مذہب شیعہ کے تمام احادیث و تفاسیر و کتب شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت خمس میں ذی القربیٰ سے مراد اپنے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔

(۲) مذہب اہل سنت میں ذی القربیٰ سے مراد تمام قریش یا بنی ہاشم اور بنی مطلب یا صرف بنی ہاشم ہیں۔ یعنی سادات ہاشمی و مطلبی کو ذی القربیٰ کہتے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ ذی القربیٰ سے مراد امام نہیں بلکہ رسول کا خاندان ہے تو وہ اس عقیدہ میں شیعہ نہیں بلکہ اہل سنّت ہے اور

مذہب شیعہ کے خلاف ہے۔

ذی القربیٰ اور اہل بیت کے معنی میں اشتباہ اور اس کا سبب

ذی القربیٰ کے لفظی معنی ہیں قرابت دار۔ اور اہل بیت کے لفظی معنی ہیں گھر والا۔ مگر یہ دونوں اپنے پورے معنی اور مقصد اس وقت تک ظاہر نہیں کر سکتے۔ جب تک ان کا مضاف الیہ ان کے ساتھ موجود نہ ہو۔ جس سے معلوم ہو کہ کس کے قرابت دار اور کس کے گھر والے مضاف الیہ کے بدلنے سے ان کا مفہوم و مطلب بدل جاتا ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا ہر جگہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کا محل استعمال کیا ہے۔ ان کا مضاف الیہ نبی ہیں یا امت۔ عام امت مضاف الیہ ہے یا کوئی خاص ذات۔

یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ حقوق انسانی کا ذکر ہے یا حقوق منصب دار الٰہی کا۔ بشری میراث تقسیم ہو رہی ہے یا حقوقِ الٰہی۔ مثلاً آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ۔ کے نزول کے بعد جو قرابت دار بلائے گئے ان میں ابولہب بھی تھا جس کا کام اور انجام دونوں معلوم ہیں۔ اور بہت سے وہ مشرکین بھی ہیں جو آخر تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے اور بالآخر اپنے شرک کی وجہ سے استحقاق خمس سے محروم قرار پائے۔ اس لئے کہ مستحق خمس ہیں ایمان

شرط ہے۔ مگر جب یہ آیت نازل ہوئی:۔

قل لا اسألکم علیہ اجرًا	میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر
الّا المودّۃ فی القربیٰ۔	یہ کہ میرے قرابتداروں سے مودّت کرو

تو اس سے مراد وہ خاندان نہیں ہو سکتا جسے بعیت العشیرہ میں بلایا گیا تھا بلکہ وہ مخصوص ترین ہستیاں مراد ہیں جنھیں خدا نے پاک کیا ہے۔

اسی طرح لغت کے لحاظ سے لفظ اہل بیت میں ہر وہ شخص داخل ہو سکتا ہے جو بیت رسول کی طرف کسی طرح منسوب ہو۔ مگر جب یہ آیت نازل ہوئی

انّما یرید اللہ لیذھب عنکم	اے اہل بیت خدا یہ چاہتا ہے کہ
الرجس اھل بیت ویطھّرکم	تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے
تطھیرًا۔	اور تمہیں ویسا پاک رکھے جو پاک

رکھنے کا حق ہے۔ تو اب اس سے ہر گھر والا نہیں مراد ہو سکتا۔ بلکہ صرف وہی ہستیاں مراد ہو سکتی ہیں۔ جو چادر کے اندر تھیں۔ یا وہ معصوم جوان کی نسل میں پیدا ہونے والے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور تمام تفاسیر مذہب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔

بے شک لفظ ذی القربیٰ کے معنی قرابت دار ہیں۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی:۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا	اور خدا کی عبادت کرو اور کسی کو اس
بہ شیئًا وبالوالدین احسانًا	کا شریک نہ کرو۔ اور والدین پر احسان
وبذی القربیٰ الآیۃ سورۃ نساء آیت ۲۶	کرو اور قرابتداروں پر۔

تو یہاں ذی القربیٰ سے مراد اپنے اپنے قرابت دار ہو سکتے ہیں۔ نہ رسول کے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:۔

ان اللہ یأمر بالعدل و الاحسان وایتاء ذی القربیٰ (پ۱۴ سورۂ نمل)	خدا حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور قرابت داروں کی حق رسی کا۔

تو اس کے ذیل میں مولانا سید مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم ترجمہ مقبول ۵۵۵ پر تحریر کرتے ہیں:۔

(تفسیر قمی اور عیاشی میں جو جو حدیثیں اس آیت کی تفسیر میں منقول ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بالعدل سے مراد کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور احسان سے مراد ہیں جناب امیر المومنین اور ایتاء ذی القربیٰ سے مراد اہل بیت رسول کی حق شناسی ہے اور ہر ایک کو ان کے درجہ پر رکھنا اور ان سے محبت کرنا)

کس کو شک ہو سکتا ہے کہ وہ اہل بیت جن کی حق شناسی اور جن سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے وہ کون سے اہل بیت ہیں۔ کیا رسول اسلام اور خاتون جنت اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے علاوہ بھی کسی کی محبت کا وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہو سکتا ہے۔ بیشک وہ سادات کرام جو اپنے بزرگوں کی راہ پر ہوں اور ان کے تابع فرمان ہوں ان کی محبت اور احترام بھی لازم ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان مومنین سے بھی محبت لازم ہے جو صحیح معنوں میں اصحاب رسولؐ ہونے کے

علاوہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے سند ایمان و سر فروشی حاصل کر چکے تھے جیسے سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ مقداد۔ عمار یاسر وغیرہ۔

مگر سادات و مومنین کی محبت میں ایمان و حسن عمل شرط ہے لیکن حضرات معصومین علیہم السلام کے لئے کسی شرط کی گنجائش نہیں ہے۔ ان لئے کہ وہ خدا کے منتخب اور ہمیشہ پاک ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر ایک کی محبت کی وجہ بھی الگ الگ ہے اور حد یں اور درجے بھی۔ حضرات معصومین سے محبت کی کوئی حد نہیں مگر سادات کرام کی محبت کی بھی حد مقرر ہے اور مومنین کی بھی۔

ذی القربیٰ اور سادات کرام

یہ حقیقت مذکورہ عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ سادات کرام کے تین حصے علیحدہ مقرر ہیں۔ اور ذی القربیٰ سے مراد صرف امام زمانہ ہیں۔

اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آیۂ خمس میں ذی القربیٰ سے مراد تمام سادات ہیں تو پھر اس آیت میں والیتٰمیٰ والمساکین وابن السبیل کے کیا معنی کئے جائیں گے۔ کیا وہ تینوں قسمیں سادات سے نہیں ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔ حالانکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے احادیث اس پر متفق ہیں کہ یتامیٰ سے مراد سادات کے یتیم۔ مساکین سے مراد سادات کے مسکین ابن سبیل سے مراد سادات

کے مسافر ہیں۔ تو ان تینوں صنفوں کو سادات تسلیم کرنے کے بعد اب ذی القربیٰ سے مراد سادات لینے کا کیا مطلب ہوا۔ کیا آیت کا ترجمہ یوں کیا جائے کہ مستحقین خمس یہ چھ ہیں۔ خدا و رسول و سادات اور یتیم سادات مسکین سادات۔ مسافر سادات۔ یعنی قرابت دار بھی سادات یتیم بھی سادات مسکین بھی سادات۔ مسافر بھی سادات نیز جب یہ چار قسمیں الگ الگ ہیں تو ایک قسم دوسری قسم میں کیونکر داخل ہو سکتی ہے جبکہ ہر قسم دوسری قسم کی قسیم ہے۔

اگر یہ خیال درست ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد امام زمانہ نہیں بلکہ سادات ہیں تو پھر احادیث مذکورہ میں خدا و رسول کے حصوں کا وارث صرف امام کو کیوں قرار دیا گیا ہے سادات کو کیوں وارث نہیں قرار دیا گیا۔

البتہ اہل سنت کا عقیدہ یہی ہے کہ ذی القربیٰ سے مراد خاندان رسول یعنی قریش یا اولاد ہاشم اور اولاد مطلب یا اولاد ہاشم ہے۔ اور یتامیٰ مساکین ابن سبیل سے مراد عام یتیم و مسکین و مسافر ہیں جو بھی فقیر اور صاحب حاجت ہوں۔ لہذا اگر ذی القربیٰ سے مراد رسول کا خاندان لیا جائے۔ تو یہ مذہب اہل سنت کی تائید ہے نہ مذہب شیعہ کی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک حقدار یہ ہیں۔ خدا و رسول اور خاندان رسول اور عام یتیم مسکین مسافر۔ اور امام کا کیا حق ہے کچھ نہیں۔ اگر ان کا فیصلہ صحیح ہے تو ان کا آخری فیصلہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

اور وہ یہ ہے کہ خدا کا نام صرف برکت کے لئے ہے اور رسول اور ان کے قرابت داروں کا حق آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ختم ہو گیا۔ اب صرف تین حقدار باقی ہیں اور وہ ہیں عام یتیم مسکین اور مسافر اور بس۔ یعنی اب خمس میں سادات کا خصوصی حق کوئی نہیں ہے۔

یہ درست ہے کہ ہر امام اولاد رسول سے ہے لیکن ہر اولاد رسول امام نہیں ہے۔ ہر امام قرابت دار رسول ہے مگر ہر قرابت دار رسول امام نہیں ہے۔ ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

لہذا جب تک آیات و احادیث میں محل استعمال کا فرق سمجھ میں نہ آجائے خمس کے حصہ دار بھی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ اس لئے آیۂ خمس کی تفسیر میں متعدد احادیث درج کر دی گئی ہیں تاکہ آیت کا مطلب سمجھ میں آجائے۔

سہم امام اور اس کا مقصد

گذشتہ احادیث کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ خمس کے چھ حصے ہیں تین حصے خدا و رسول اور امام کے۔ اور تین حصے یتیم و مسکین اور مسافر سادات کے۔ آخری تینوں حصے صرف سادات سے مخصوص ہیں جن کے وہ بلا شرکت غیرے مستحق اور حقدار ہیں اور پہلے تین حصے امام کا

حق اور ملکیت ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث کے مطالعہ سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔

(۱) وسهم الله وسهم رسوله لولی الامر بعد رسول الله صلی الله علیه و آله ووارثه وسهم مقسوم له من الله فله نصف الخمس کملا۔ (تہذیب جلد اول ص۲۵۴)	(۱) اور خدا و رسول کا حصہ ان کا ہے جو جو آنحضرتؐ کے بعد ولی امر اور وارث ہوں۔ اُن کا ایک حصہ خود ان کا خدا کی طرف سے مقرر ہے۔ پس ان کے لئے کامل نصف خمس ہے۔
(۲) فسهم الله وسهم رسول الله لاولی الامر من بعد رسول الله صلی الله علیه و آله وراثة و سهم مقسوم له من الله وله نصف الخمس کملا۔ (اصول کافی جلد اول ص۳۵۳)	(۲) پس خدا و رسول کا حصہ ان کے بعد اولی الامر کا ہے بحیثیت وراثت نیابت کے اور ایک حصہ خود ان کا ہے پس ان کے لئے کامل نصف خمس ہے۔
(۳) فسهم الله و سهم رسوله یرثه الامام فیکون للامام ثلاثة اسهم من ستة (تفسیر قمی ص۲۵۲ تفسیر صافی ص۲۲۲)	(۳) پس خدا و رسول کے وارث امام ہیں۔ پس امام کے تین حصے ہیں چھ حصوں میں سے۔

(۴) وهذان السهمان مع سهم ذی القربیٰ للامام القائم مقام الرسول۔ (تفسیر مجمع البیانؒ جلد اول ص۲۲۴)

(۴) اور یہ دونوں حصے ذی القربیٰ کے حصے کے ساتھ امام کے ہیں۔ جو رسول کے قائم مقام ہیں۔

(۵) سهم لله وسهم للرسول علیه السلام وسهم لذی القربیٰ فهذه الاسهم الثلاثة الیوم للامام القائم مقام الرسول صلی الله علیه و اٰله وسلم (تفسیر جوامع الجامع علامه طبرسیؒ ص۱۶۸)

(۵) ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اور تیسرا حصہ ذوی القربیٰ کا۔ پس یہ تینوں حصے آج امام کے ہیں جو رسول کے قائم مقام ہوں۔

(۶) سهم لله سبحانه وسهم للنبیؐ وسهم للامام وهذه الثلاثة الان لصاحب الزمان ارواحنا له الفداء عجل الله فرجه (العروة الوثقیٰ ص۳۸۵)

(۶) ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول کا تیسرا امام کا۔ اور یہ تینوں حصے امام زمانہ علیہ السلام کے ہیں ہماری روحیں ان پر فدا ہوں۔ خداوند عالم جلد ان کا ظہور فرمائے۔

(۷) سهم لله وسهم لرسوله وسهم لذی القربیٰ فهذه

(۷) ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول کا اور تیسرا ذی القربیٰ کا۔ پس

الثلاثۃ للامام (تبصرۃ المتعلمین ص۴۴)

یہ تینوں حصے امام کے ہیں۔

(۸) ثلاثۃ للنبی وھی سھم اللہ وسھم رسولہ وسھم ذی القربیٰ وھو الامام وھذہ للامام القائم مقامہ (شرائع الاسلام ص۲۷)

(۸) تین حصّے نبی کے ہیں۔ اور وہ خدا و رسول اور ذی القربیٰ کے حصّے ہیں اور انکے بعد امام کے ہیں۔ پھر اس امام کے ہیں جو ان کا قائم مقام ہو۔

رسُولِ اسلام اور ائمہ طاہرین کی ذمہ داریاں اور خمس سے ان کے مصارف

خمس کے دوسرے حصّہ داروں کی ذمہ داریاں اپنی اپنی ذات یا گھر تک محدود ہیں لیکن رسُولِ اسلام اور ان کے بعد ان کے قائم مقام امام کی ذمہ داریاں اس قدر ہیں جس قدر ملّت کی وسعت اور ان کی ضرورت ہو۔ مندرجہ ذیل احادیث میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ رسُولِ اسلام اور ان کے بعد ائمۂ طاہرین علیہم السلام کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ نصف خمس سہم امام کیوں قرار دیا گیا۔ اور وہ کون کون سے فرائض ہیں

جو اُن کے ہاتھ سے ادا ہو سکتے ہیں۔ اور جن کے وہ منجانب اللہ ذمہ دار ہیں

(۱) وان الخمس عوننا على دیننا وعلى عیالاتنا وعلى موالینا وما نبذله ونشتری من اعراضنا ممن نخاف سطوته فلا تزووه منا ولا تحرموا انفسکم دعانا ما قدرتم علیه فان اخراجه مفتاح رزقکم وتمحیص ذنوبکم و ما تمهدون لانفسکم لیوم فاقتکم راصول کافی جلد اول ص ۲۵۹)

(۱) اور خمس ہماری مدد ہے ہمارے دین پر اور ہمارے عیالوں اور غلاموں پر اور جو ہم خرچ کر کے اپنی عزتوں کی حفاظت کرتے ہیں اس سے کہ جس کی سطوت سے ہمیں خطرہ ہے پس اسے ہم سے رد نہ کرو۔ اور اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو۔ جہاں تک تم سے ممکن ہو۔ کیونکہ اداء خمس تمہارے رزق کی کنجی اور بخشش کا علاج اور وہ زادراہ ہے جو روزِ قیامت کے لئے مہیّا کر رہے ہو۔

(۲) فان فضل منهم شیء فهو للوالی وان عجز ونقص عن استغناءهم کان على الوالی ان ینفق من عنده بقدر ما یستغنون به و انما صار علیه ان یمونهم

(۲) پس اگر ان سے کچھ بچ رہے تو وہ امام کا ہے اور اگر کم پڑ جائے تو والی پر فرض ہے کہ انہیں اپنے پاس سے اس قدر دے کہ وہ ایک سال کے لئے مستغنی ہو جائیں اور وہ ان کے خرچ کے اسلئے ذمہ دار

لان له ما فضل عنهم (اصول کافی جلد اول ص۳۵۳)

ہو گئے کہ جو اُن سے بچے وہ بھی امام کا ہے۔

(۳) فوجّهه فی الجهة التی وجّهها الله علی ثمانیة اسهم للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلّفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل ثمانیة اسهم یقسم بینهم فی مواضعهم بقدر ما یستغنون به فی سنتهم بلا ضیق ولا تقتیر فان فضل من ذالک شیء ردّ الی الوالی وان نقص من ذالک شیء ولم یکتفوا به کان علی الوالی ان یمونهم من عنده بقدر سعتهم حتی یستغنوا (اصول کافی جلد اول ص۵۴۲)

(۳) پس اسے صرف کریں اس میں جو خدا نے مقرر فرمائے ہیں یعنی آٹھ حصے۔ فقراء۔ مساکین۔ عمّال۔ مؤلفۃ القلوب۔ غلام آزاد کرانے قرضداروں میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں میں۔ یہ آٹھ حصے ہیں جو ان میں اپنے محل پر اس قدر دیئے جائیں کہ وہ ایک سال کے لئے مستغنی ہو جائیں۔ اس طرح کہ نہ تنگی ہو اور نہ حدِ اعتدال سے زیادہ صرف کریں۔ پس اگر اس سے کچھ بچ رہے تو امام کو واپس کیا جائے اور اگر کم پڑے اور ان کے لئے کافی نہ ہو تو امام کے ذمہ ہے کہ وہ انہیں اپنے پاس سے اس قدر دیں کہ ان کے حسب ضرورت ایک سال کے لئے کافی ہو جائے۔

(۴) ولیس فی مال الخمس زکوٰة لان فقراء الناس

(۴) مال خمس میں زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ فقراء امت کے رزق

جعل ارزاقھم فی اموال الناس	لوگوں کے مالوں میں مقرر کر دیئے
علیٰ ثمانیۃ اسھم فلم یبق	آٹھ حصّوں پر پس ان میں سے کوئی
منھم احد وجعل لفقراء	باقی نہ رہا۔ اور رسول کے قرابتدار
قرابۃ الرسول نصف الخمس	کے فقراء کے لئے نصف خمس ہے
فاغناھم بہ من صدقات	جس سے وہ مستغنی ہو گئے لوگوں
الناس وصدقات النبی واولی	کے صدقہ سے اور نبی و امام کے
الامر فلم یبق فقیر من	صدقوں سے اس لئے نہ فقراء
فقراء رسول اللہ الا وقد	امّت میں سے کوئی حاجتمند رہا
استغنیٰ فلا فقر ولذلک	اور نہ قرابت داران رسول سے
لم یکن علیٰ مال النبی والوالی	سب مستغنی ہو گئے۔ پس فقیری اور
زکوٰۃ لانہ لم یبق فقیر	محتاجی ہی نہ رہی۔ اسی وجہ سے
محتاج ولکن علیہ اشیاء	نبی اور امام کے مال (سہم امام) پر
ینوبھم من وجوہ ولھم من	زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ اس
تلک الوجوہ کما علیھم۔	قانون پر عمل کرنے سے، کوئی فقیر
(اصول کافی صـ۳۵۴)	و محتاج رہا ہی نہیں جسے حاجت
	اور زکوٰۃ کی ضرورت ہو۔
(۵) فالنصف لہ خاصۃ و	(۵) پس نصف خمس خاص امام
النصف للیتامیٰ والمساکین	کا ہے اور نصف آل محمد کے یتیموں
وابناء السبیل من آل محمد	مسکینوں اور مسافروں کا ہے۔

عليهم السلام الذين لا تحل لهم الصدقة ولا الزكوة عوّضهم الله مكان ذالك الخمس فهو يعطيهم على قدر ذالك كفايتهم فان فضل منهم شيء فهو له وان نقص عنهم ولم يكفهم اتمه لهم من عنده كما صار له الفضل لذالك يلزمه النقصان (تهذيب جلد ۱ ص ۲۵۳)

جن پر صدقہ اور زکوٰۃ حلال نہیں ہے خدا نے صدقہ اور زکوٰۃ کے عوض میں خمس ان کا حق قرار دیا ہے۔ پس امام ان کو ان کی ضرورت کے مطابق عطا کرتے ہیں اور اگر ان سے کچھ بچ رہے تو وہ ان کا ہے اور اگر کم پڑے اور ان کی ضرورت پوری نہ ہو تو اسے اپنے مال سے پورا کرتے ہیں جس طرح بچا ہوا ان کا حق تھا اسی طرح کمی کا پورا کرنا بھی ان کے ذمہ ہے۔

(۶) عن زرارة قال الامام يجري وينفل ويعطي ما شآء قبل ان تقع السهام وقد قاتل رسول الله بقوم لم يجعل لهم في الفيء شيئا وان شاء قسم ذالك بينهم (اصول كافي ص ۳۵۵)

(۶) زرارہ سے روایت ہے کہ امام حصوں سے پہلے جو چاہیں کر سکتے ہیں جاری رکھیں یا انفال قرار دیں یا عطا کر دیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے ایک قوم کے ساتھ جہاد فرمایا مگر مال میں ان کا کوئی حصہ نہیں رکھا۔ اور اگر چاہیں تو حصہ داروں پر تقسیم فرما دیں۔

(۷) قال ابو عبد الله عليه السلام نحن قوم فرض الله طاعتنا لنا الانفال ولنا صفو المال (اصول كافي جلد اول ص۳۵۴)

(۷) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم وہ قوم ہیں جن کی تابعداری خدا نے واجب کی ہے انفال بھی ہمارا ہے اور منتخب مال بھی ہمارا ہے۔

(۸) وكان رسول الله صلى الله عليه وآله يقسم صدقات البوادي في البوادي وصدقات اهل الحضر في اهل الحضر ولا يقسم بينهم بالسوية على ثمانية حتى يعطي كل سهم ثمنا ولكن يقسمها على قدر من يحضره في اصناف الثمانية على قدر ما يقسم كل صنف منهم بقدر سنة ذالك في ذالك شيئ موقوف ولا مسمى ولا مولف وانما يصنع ذالك على قدر ما يرى وما يحضره حتى يسد

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیہاتوں کے صدقے دیہاتوں میں اور شہریوں کے صدقے اہل شہر میں تقسیم فرمایا کرتے تھے اور ان آٹھوں حصوں میں برابر سے نہیں تقسیم کرتے تھے۔ کہ ہر حصہ کا کچھ مقرر دے دیں۔ البتہ آٹھ حصہ داروں میں سے جو موجود ہوتا تھا اسے اس قدر دیتے تھے کہ ایک سال کے لئے پورا ہو جائے یہ حصے مستحقین کے لئے بلحاظ مقدار مقرر نہیں ہیں بلکہ ہر موجود حصہ دار کو بقدر ضرورت دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ ہر صنف کی ضرورت پوری ہو جائے

كل فاقة كل قوم منهم وان فضل من ذالك فضل عرضوا المال جملة الى غيرهم الانفال الى الوالى۔ وكل ارض فتحت ايام النبى الى آخر الابد وما كان افتتاحا بدعوة اهل الجور واهل العدل لان ذمة رسول الله صلى الله عليه وآله فى الاولين والآخرين ذمة واحدة لان رسول الله قال المسلمون اخوة تتكافى دماءهم ويسعى بذمتهم ادناهم (اصول كافى)

(۹) عن محمد بن عيسى بن عبيد اليقطينى قال كتبت الى الامام على بن محمد بن على عليه السلام رجل جعل لك جعلنى الله فداك شيئا من ماله ثم احتاج اليه ليأخذه لنفسه او يبعث

اور اگر اس سے کچھ بچ رہتا تھا تو یہ سب مال دوسروں کو دے دیتے تھے۔ اور انفال امام کا حق ہے اسی طرح جو زمین نبی کے زمانہ میں فتح ہو آخر تک اور جو دعوت سے حاصل ہو یہ سب مال امام کے اس لئے کہ اولین و آخرین میں رسول کی ذمہ داری ایک ہی قسم کی ہے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں ان کے خون بھی ملتے جلتے ہیں اور ذمہ داریاں بھی۔

(۹) محمد بن عیسٰی بن عبید یقطینی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام علی بن محمد بن علی علیہ السلام کو لکھا کہ ایک شخص نے آپ کے لئے خدا مجھے آپ پر فدا کرے اپنے مال میں سے کچھ مال قرار دیا پھر خود اس کا محتاج ہوگیا

اليك قال هو بالخيار في ذالك	اب وہ اپنے لئے لے لے کے
مالم يخرج عن يده ولو	یا آپ کے پاس بھیجدے۔ فرمایا
وصل الينا لرأينا ان نواسيه	اسے اس میں اختیار ہے جب
به اذ قد احتاج اليه۔	تک اپنے ہاتھ سے جدا نہیں کیا ہے
(اصول کافی۔ اکمال الدین ۲۲۵)	اور اگر ہم کو وصول ہوجاتا۔ تو

ہم دیکھتے کہ اس سے اس کی مدد کریں اس لئے کہ اسے اسکی ضرورت ہے،

(۱۰) وللامام صفو المال	(۱۰) منتخب مال امام کا ہے۔ کہ
ان يأخذ من هذه الاموال	ان اموال میں سے منتخب کنیزیں
صفوها الجارية الفارهة	سواریاں۔ کپڑے اور دیگر اموال
والدابة الفارهة والثوب	جو چاہیں لے لیں پس یہ تقسیم اور
والمتاع بما يحب ويشتهى	خمس نکالنے سے قبل ان کا حق
فذالك له قبل القسمة	ہے اور انہیں یہ بھی حق ہے کہ
وقبل اخراج الخمس وله	انہیں جو ضرورتیں پیش آئیں انہیں
ان يسد بذالك المال	اس مال سے پورا کریں۔ جیسے مؤلفۃ
جميع ما ينوبه من مثل	القلوب کی مدد یا اس کے علاوہ
اعطاء المؤلفة قلوبهم	جو ضروری کام آپڑیں۔ پس اگر
وغير ذالك بما ينوبه	اس کے بعد کچھ بچ رہے تو اس سے
فان بقى بعد ذالك شيئ	خمس نکال کر مستحقین پر تقسیم کرینگے
اخرج منه فقسم فى اهاله	اور باقی انہیں دینگے۔ جنھوں نے

وقسم الباقي على من ولی
ذالك وان لم يبق بعد
سد النوائب شيئ فلاشيئ لهم
وليس لمن قاتل شيئ من
الارضين ولا ما غلبوا عليه
ولا ما حتوى عليه العسكر
وليس من الاعراب من القسمة
شيئ۔ (اصول کافی جلد اول ص۳۵۳)

سعی کی ہے اور اگر حل مشکلات
کے بعد کچھ نہ بچے تو کوشش کرنے
والوں کے لئے کچھ نہیں ہے۔
اور نہ قتال کرنے والوں کے لئے
زمینوں سے کوئی حصہ ہے اور نہ
اس سے جس پر وہ غالب آجائیں
اور نہ اس میں جسے لشکر گھیرے
میں لے لے۔ اور اعراب کا اس
تقسیم میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۱۱) قالوا افتتح الكلام
بالله على حقه للتيمن و
التبرك لان الاشياء كلها
لله عزّ وجلّ والمراد به الى
الجهات المقربة الى الله
وللرسول قالوا كان للنبی
سهم يصرفه الى الكراع و
السلاح والمصالح۔ وسهم
ذی القربٰی للامام الهاشم
من بعده لا ينفقه على نفسه

(۱۱) انہوں نے کہا ہے کہ کلام کا
افتتاح خدا کے حق سے ہوا ہے
تیمن و تبرک کے لئے کیونکہ سب
چیزیں خدا کی ہیں اور اس سے
مراد وہ کام ہیں جو خدا سے قریب
کردیں (۱۲) رسول کا حصہ تو انہوں
نے کہا ہے کہ آنحضرتؐ اپنا حصہ
سامان حرب و اسلحہ جنگ اور مصالح
پر صرف کرتے تھے اور ذی القربیٰ
کا حصہ امام کا ہے جو نبیؐ کے بعد

وعياله ومصالح المؤمنين (تفسير مجمع البيان جلد اول ص۲۸۹)

ان کی جگہ پر ہوں تاکہ وہ اسے اپنے نفس اور عیال اور مصالح مؤمنین پر صرف کریں ؂

(۱۲) الثالثة يقسم الامام على الطوائف قدر الكفاية مقتصداً فان فضل كان له وان اعوز اتم من نصيبه (شرائع الاسلام ص۹۳)

(۱۲) تیسرے یہ کہ امام مستحقین پر بقدر کفایت صرف کریں گے اوسط درجہ پر۔ پس اگر بچ رہے تو وہ ان کا ہے اور اگر کم پڑے تو اپنے حصہ سے اسے پورا کرینگے۔

امام کے اختیارات

مندرجہ بالا احادیث کے مطالعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد غنیمت ہو یا فییٔ اور یا انفال ان اموال میں امام زمانہ کے اختیارات اس قدر وسیع ہیں جس قدر اپنے عہد میں رسول اسلام کے اختیارات وسیع تھے جس طرح مال زکوٰۃ حاصل کرنے والا اپنے حصہ کا مالک ہوجانے کے بعد اختیار رکھتا ہے۔ کہ اپنا حصہ جس جائز کام میں چاہے صرف کرے جیسے ایک یتیم سید یا مسکین سید یا مسافر سید خمس سے اپنا حصہ حاصل کر لینے کے بعد یہ حق رکھتا ہے کہ جہاں چاہے اپنا حاصل شدہ حصہ صرف کرے اس لئے کہ وہ افراد ہیں اور اپنے اپنے نفس یا اپنے گھر کے

ذمہ دار ہیں۔

اسی طرح امام جو ساری امت کے امام ہیں اور ساری امت کی ذمہ داریاں اور حوائج ان سے وابستہ ہیں (حالانکہ باقی تین حصے کل حقدار سادات کے لئے ہیں) پھر بھی خمس میں ان کے تین حصے اس لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ ان کے فرائض اور ذمہ داریاں اسی قدر وسیع ہیں ان کا فرض ہے کہ اگر خمس سے یتیم و مسکین و مسافر سادات کے ضروریات پورے نہ ہوں تو اپنے پاس سے ان کا سال کا خرچ پورا کریں۔ اور اگر رقم زکوٰۃ سے مستحقین زکوٰۃ کی حاجت پوری نہ ہو تو اپنے پاس سے ان کی کمی پوری کریں۔ یہاں تک کہ کوئی بھی ایسا مستحق نہ رہ جائے جس کا سال کا خرچ پورا نہ کر دیا گیا ہو۔

اسی وجہ سے سہم امام پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس لئے کہ قدرت نے مستحقین کی حق رسی کے لئے ایسا مکمل نظام مقرر فرمایا ہے کہ اگر امام کو اس کا موقع دیا جائے تو مملکت اسلامی بلکہ ساری دنیا میں کوئی صاحب حاجت باقی نہیں رہ سکتا جو زکوٰۃ لینے کا حقدار ہو۔ جیسا کہ گذشتہ احادیث سے واضح ہو چکا۔

جب افرادِ قوم کی شخصی ضروریات کی ذمہ داری کا یہ حال ہے تو قومی و ملکی ضروریات کا ذمہ دار ان کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر قوم کو تعلیم دین کی ضرورت ہو یا تبلیغ حق کا انتظام کرنا ہو یا دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو اور اسلحہ و دیگر ضروریاتِ جنگ کا انتظام کرنا ہو وغیرہ تو یہ

سب ضروریات امام ہی کے اختیار اور حکم سے مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور وہ بہتر سمجھتے ہیں کہ کس کس کام پر کس قدر صرف کیا جائے۔ جب امام کی ذمہ داریاں اس قدر ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے اختیارات اس قدر وسیع نہ ہوں۔

اسی لئے انہیں اختیار حاصل ہے کہ سہم امام جہاں مناسب سمجھیں صرف کریں۔ اگر سادات کی ضرورت ان کے حصوں سے پوری نہیں ہوئی تو اسے پورا کریں۔ اور اگر غیر سادات کی ضرورت زکوٰۃ سے پوری نہیں ہوئی تو اسے پورا کریں۔ اپنے اور اپنے اہل و عیال اور غلاموں پر خرچ کریں۔ اگر ضرورت ہو تو اسلحہ یا دیگر سامانِ جنگ پر خرچ کریں۔ جس کام میں دین اور مؤمنین کا فائدہ ہو۔ جیسے تعلیم دین و تبلیغ حق وغیرہ اس پر خرچ کریں۔ حد یہ ہے کہ جن ظالموں سے عزت کو خطرہ ہو انہیں دے کر ان کا شر بھی دور کر سکتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب جو غیر مسلم ہیں مگر دشمن کے مقابلہ میں اُن سے لشکرِ اسلام کی رونق بڑھائی جاتی ہے۔ ان پر بھی حسب ضرورت صرف کر سکتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ انہیں یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ تقسیم خمس سے پہلے اصل مال مصالح دین و مصالح مؤمنین پر صرف فرمادیں۔ پھر اگر کچھ بچ رہے تو خمس تقسیم فرمادیں اور اگر نہ بچے تو نہ تقسیم کریں۔

احادیث و تفاسیر کے اس خلاصہ کے مطالعہ کے بعد حضرات علماء کرام کے ان فتاویٰ کا محل سمجھ میں آجاتا ہے جن میں انہوں نے فرمایا ہے کہ

غیبت امام میں سہم امام بھی سادات پر تقسیم کرنا مقدم ہے غیر سادات سے یا احوط ہے۔ یا جب تک سادات کی ضرورت پوری نہ ہو غیر سادات کو نہ دیا جائے یا مجمل الفاظ میں یہ تحریر فرما دیا ہے۔ کہ سہم امام سادات پر تقسیم کر دیا جائے۔ وغیرہ۔ جیسا کہ شرائع الاسلام اور مدارک الاحکام اور جامع عباسی میں درج ہے۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے مسائل غریبہ میں ذکر فرمایا ہے۔

صاحب مدارک الاحکام اور صاحب جواہر الکلام نے اس عقدہ کو اس طرح حل فرما دیا ہے۔ کہ جب سید و غیر سید مساوی حاجت رکھتے ہوں۔ یا کسی ایک کو ترجیح نہ دی جا سکتی ہو۔ تو پھر سید حق دار ہیں۔ ان کی حق رسی کی جائے۔ البتہ اگر کسی حاجت میں غیر سید ترجیح رکھتا ہو۔ تو اسے دیا جائے۔

مذکورہ بالا احادیث اور مندرجہ فتووں کو جب اس فیصلہ کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو باہم کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ اور یہ امر واضح ہو جاتا ہے۔ کہ سہم امام کے حقدار اولاً سادات ہیں پھر غیر سادات۔ مگر اس سابقیت و مسبوقیت کا اندازہ ان کی حاجت و ضرورت کی نوعیت کے لحاظ سے کیا جائے گا۔

اسی لئے تو یہ ضروری ہے۔ کہ تقسیم خمس کا اختیار اعلم

کو نہیں ہے۔ بلکہ یہ اختیار خود امام زمانہ کو حاصل ہے۔ جو ہر ضرورت اور اس کی اہمیت کو بہتر سمجھتے ہیں۔ اور یا ان کی غیبت میں ان علمائے دین کو حاصل ہے۔ جو مرجع تقلید اور مرجع امور دین قرار پانے کے مستحق ہوں۔ اور ان میں یہ شرط ہے۔ کہ وہ اپنے نفس کے محافظ اور خواہشات کے مخالف اور خدا کے تابعدار ہوں۔ تاکہ حتی الامکان ان سے غلطی یا فرو گذاشت کا اندیشہ نہ رہے۔ اور وہ خمس کو وہاں صرف کریں۔ جہاں عنداللہ صرف ہونا چاہیئے۔

اسی سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ایسے لوگ ہرگز خمس وصول کرنے یا تقسیم کرنے کے مجاز اور مختار نہیں ہو سکتے۔ جو خمس کو جو خالص دینی خدمت کے لئے ہے۔ دنیاوی یا ذاتی مصالح پر صرف کر کے اسے اپنی دولت یا اقتدار میں اضافہ کا ذریعہ قرار دیں۔ اور واقعی مستحقوں کو محروم کر کے اقربا نوازی یا خویش پروری یا نام و نمود کا اسے آلہ قرار دے لیں۔ یا اپنے درباریوں اور حاشیہ نشینوں کے لقمۂ تر کے لئے جو ہر وقت ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف رہتے ہوں۔ خمس کو وقف کر دیں۔ جو نہ یتیم ہوں۔ نہ کسی مجبوری سے مسکین ہو گئے ہوں

اور نہ اتفاقاً سفر کرکے فقیر اور حاجت مند ہو گئے ہوں۔ اور نہ وہ مدرس یا مبلغ یا طالب علم ہوں ان میں سید بھی ہوں اور غیر سید بھی۔ وہ ملا و حبہ پوش بن کر صرف اس حیلہ میں خمس کھاتے رہیں۔ کہ وہ ایک مدعی علم یا مدعی کرامت کے حاشیہ نشین اور مدح خوان ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ سہم سادات اور سہم امام دونوں ان پر خرچ کر دیا جائے۔ نہ سہم امام کا کوئی حصہ مرکز علم نجف میں بھیجا جائے۔ اور نہ مرکز علم قم میں۔ اور نہ اپنے ملک کے کسی دینی مدرسہ میں روانہ کریں۔ نہ کسی یتیم خانہ میں اور نہ ملک کے مساکین و فقراء سادات پر تقسیم خمس کا کوئی انتظام ہو۔ تو ظاہر ہے۔ کہ یہ نہ صرف مقصد خمس کے خلاف ہے۔ بلکہ اس کے ضد اور برعکس ہے۔

(۶) صاحب جامع الشرائع تحریر فرماتے ہیں کہ جب مجتہد تک سہم امام پہنچانا ممکن نہ ہو تو عادلوں کے ذریعہ بار دیگر وہ بھی سادات پر تقسیم کر دیا جائے۔ بشرطیکہ وہ ایسے اوصاف سے متصف ہوں کہ یہ یقین ہو جائے کہ اس پر امام علیہ السلام راضی ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ جب سہم امام مجتہد جامع الشرائط تک نہ پہنچ سکے جس کا فریضہ ہے اور احوط یہ ہے کہ اگر اصناف مستحقین خمس کو ان کے حصے

کافی نہ ہوں تو سہم امام بھی انہی کو دیا جائے تاکہ ان کی حاجت پوری ہوجائے۔ تو ایسی حالت میں اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔

اگرچہ آقائے مرحوم نے اس اختصاص کو واجب نہیں احوط فرمایا ہے پھر بھی اس کے حاشیہ پر آقائے سید ابراہیم شیرازی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

بلکہ احوط یہ ہے کہ اس محل پر صرف کرے جس پر امام علیہ السلام راضی ہوں خواہ یہ مقصد سادات کو دینے سے حاصل ہو یا اہل علم کو دینے سے حاصل ہو یا مضطر اور مجبور شیعوں کو دینے سے یا اسلام کے اہم امور پر صرف کرنے سے حاصل ہو۔ (حاشیہ ۱ العروۃ الوثقٰی ص۴۹۲ مطبوعہ مطبع اسلامیہ طہران)

نیز اس کے حاشیہ پر آقائی سید محسن حکیم طباطبائی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

بلکہ ایسے کام پر صرف کرنا چاہیئے جس پر وثوق ہو کہ امام علیہ السلام اس سے راضی ہوں گے اور احوط یہ ہے کہ یہ مال ان سے تصدق کیا جائے (حاشیہ عروۃ الوثقٰی طبع مطبع علمی نجف اشرف ص۱۶۳)

اور صاحب جواہر الکلام جلد ۳ ص۱۵۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

سہم امام کو اصناف مستحقین میں منحصر نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس سے یہ یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ امام علیہ السلام اس سے راضی ہیں اور نہ آج کوئی امام کے مصالح کا احاطہ کر سکتا ہے تاکہ وہ یہ سمجھ لے کہ کس مصرف میں

صرف کرنے سے امام راضی ہیں، خصوصًا اس حالت میں جبکہ ہوا و ہوس سے کوئی نفس خالی نہیں ہے۔ نیز امام زمانہ کی وہ ذمہ داریاں جو حالتِ ظہور میں تھیں جب ان کے وکیل مقرر تھے۔ اور ہر طرف سے خمس آتا تھا جس سے وہ حق رسی فرماتے تھے۔ اب حالت غیبت میں نہیں عائد کی جا سکتیں۔ نیز ائمہ سابقین نے بھی اپنے زمانہ میں کبھی سہم امام کو سادات سے مختص نہیں فرمایا۔ کوئی روایت اس پر شہادت نہیں دیتی۔ اس لئے بہترین صورت یہ ہے کہ فقراء مومنین صالحین پر جو موالیان اہل بیت ہوں اور زیادہ مستحق ہوں ان پر صرف کیا جائے۔

(۹) اور آقائے محسن حکیم مستمسک العروۃ الوثقیٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سہم امام کا بہترین مصرف علماء و طالبانِ علمِ دین کے حوائج و ضروریات کی تکمیل ہے اس لئے کہ ان کے ذریعہ دین کے ستون قائم ہیں اور رہیں گے اور شریعت حقہ کی اشاعت اور مقصد الٰہی کی تکمیل اسی ذریعہ سے ہو سکتی ہے جیسا کہ اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ ہوگی۔

اس تفصیل کے ملاحظہ کے بعد اندازہ ہو سکتا ہے کہ مقصد اور اصول کے لحاظ سے احادیث مذکورہ اور فتاویٰ علماءِ دین میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

غیبت امام میں تقسیم خمس و زکوٰۃ کا اختیار

وہ اسلام جو عالمگیر مذہب ہے وہ دین جس کے تمام احکام و قوانین

قیامت تک رہیں گے۔ وہ مسلمان جن کے دینی و معاشرتی و اقتصادی ضروریات اسی طرح باقی رہیں گے جیسے حضرات معصومین علیہم السلام کے ظہور کے وقت تھے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس امت کے دینی و اقتصادی ضروریات کا کوئی انتظام نہ کیا جائے اور شریعت و احکام شریعت معطل رہ جائیں اور مستحقین خمس و زکوٰۃ یعنی سادات و دیگر مؤمنین ظہور قائم آل محمد علیہم السلام تک نہ فقط اپنے حق سے محروم رہیں بلکہ اس محرومی کے باعث تباہیوں اور بربادیوں میں مبتلا ہو کر نیست و نابود ہو جائیں۔ اگر دین حق اس کا کوئی انتظام نہیں کر سکتا تو یہ دین کامل نہیں کہا جا سکتا۔

یہ درست ہے کہ حقیقی نیابت وہی تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے حاصل ہوتی رہی۔ اور آج قائم آل محمد علیہ السلام کو حاصل ہے اور جبکہ امام عصر علیہ السلام زندہ اور موجود ہیں اور وہی آخری امام اور رسول کے آخری نائب ہیں تو نیابت حقیقی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

مگر سرور کائنات اپنے عہد میں اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اپنے زمانہ میں مختلف ممالک و امصار میں بطور وکیل اپنی جانب سے نائب مقرر فرما کر ارسال فرماتے رہے ہیں اور یہی وکیل ان کی نیابت میں فرائض دینی از قسم عبادات و معاملات و انتظامات انجام دیتے رہے ہیں جو ارباب بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ بلکہ کسی کو امیر لشکر مقرر کر کے روانہ فرمانا بھی ایک قسم کی وقتی اور جزئی نیابت ہی ہے۔

بالکل اسی طرح غیبت خاص کے وقت حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ نے اپنی جانب سے یکے بعد دیگرے چار نائب مقرر فرمائے جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :- عثمان بن سعید۔ محمد بن عثمان بن سعید۔ حسین بن روح ابوالحسن علی بن محمد سمری۔ چنانچہ غیبت صغریٰ میں یہ حضرات آنجناب کی جانب سے تمام دینی و اقتصادی فرائض انجام دیتے رہے۔

مگر چونکہ غیبت کبریٰ کی مدت طویل تھی جس کی حد کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اس لئے اب ان فرائض کی انجام دہی کے لئے ناموں کی حد بندی اور ان کی طویل فہرست اگر بتلا بھی دی جاتی تو یہ مفید ہونے کے بجائے مخل اور مضر بھی ہو سکتا تھا۔ اور اس کی کیا ذمہ داری تھی کہ کوئی اور وہی نام اپنا نہ رکھ لیتا۔ اس لئے یہی ممکن تھا کہ اب جن پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کے صفات بیان فرما دیئے جائیں۔ چنانچہ آپ سے قبل آپ کے بزرگوں نے بھی وہ صفات بتلائے تھے اور آپ نے بھی ان کے صفات بیان فرما کر اعلان کر دیا کہ جن میں یہ صفات پائے جائیں وہ ہماری طرف سے عوام پر حجت ہیں اور ہم ان پر حجت ہیں۔ عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے دینی و اقتصادی امور میں ان سے وابستہ رہیں۔ چنانچہ چند احادیث درج کئے جاتے ہیں :- ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :-

انظروا الی من کان منکم	تم میں سے جو شخص ہماری حدیث بیان
قد روی حدیثنا ونظر فی	کرے اور ہمارے حلال و حرام میں

حلالنا وحرامنا وعرف احکامنا فارضوا به حاکما فاذا حکم بحکمنا فلم یقبله منه فانما بحکم الله استخف وعلینا رد والراد علینا الراد علی الله وهو فی حد الشرک بالله۔ (کافی جلد ۱ ص۲۲۵) مستمسک بالعروۃ الوثقیٰ جلد اول ص۲۲)

نظر رکھے اور ہمارے احکام کو پہچان لے تو اس پر نظر جما لو۔ اور خوشی و رضا سے اسے اپنا حاکم سمجھو پس جب وہ ہمارا حکم سنائے تو جو اسے قبول نہ کرے اس نے حکم خدا کی توہین کی اور ہمارا حکم رد کر دیا اور جس نے ہمارا حکم رد کیا اس نے خدا کا حکم رد کیا۔ اور وہ حد شرک باللہ میں ہے۔

(۲) حضرت امام علی نقی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

اولئک هم الافضلون عند الله (دمعہ ساکبہ طبع ایران ص۱۳۲)

یہی علماء افضل ہیں خدا کے نزدیک۔

(۳) امام حسن عسکری علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:-

فاما من کان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظاً لدینه مخالفا علی هواه مطیعاً لامر مولاه فللعوام ان یقلدوه (وسیلۃ النجات آقا ابو الحسن ص۳ طبع نجف اشرف

جو فقیہ اپنے نفس کا محافظ اور دین کا محافظ ہو۔ اپنی خواہش نفس کا مخالف اور اپنے مولے کے حکم کا تابعدار ہو تو عوام کو چاہیئے۔ کہ اس کی تقلید کریں۔

العروۃ الوثقیٰ ص۴ منہاج البداعۃ جلد۱۱ ص۲۳۲ - الاحتجاج طبرسی ص۲۵۷)

(۴) امام زمانہ ارشاد فرماتے ہیں :-

اذا عم الحوادث حتی لا یحصلوا رد ایتنا فعلیکم بالرجوع فیھا الی رواۃ حدیثنا فانھم حججی علیکم ونحن حجۃ اللہ علیھم (اکمال الدین ص۲۶۷ ۔ منہاج البداعۃ جلد۶ ص۲۳۳)	جب حوادث عام ہو جائیں یہاں تک کہ ہماری روایتیں نہ حاصل کر سکتے ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہ تم پر ہماری حجت ہیں اور ہم ان پر خدا کی حجت ہیں ۔

(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :-

ایاکم ان یحاکم بعضکم بعضاً الی اھل الجور و لکن انظروا الی رجل منکم یعلم شیئاً من قضاءنا فاجعلوا بینکم فانی جعلتہ قاضیا فتحاکموا الیہ (جواہر الکلام ۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ جلد اول ص۲۲)	دیکھو اہل جور سے اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے سے پرہیز کرو البتہ اس شخص پر نظر رکھو جو تم میں سے ہمارے فیصلوں کو جانتا ہو ۔ اسے اپنا حکم بناؤ ۔ کیونکہ میں نے اسے قاضی مقرر کیا ہے ۔ لہذا اس سے اپنے معاملات کے فیصلے کراؤ

(۶) علامہ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں :-

وقد استوفينا بهذا الكتاب
في كتابنا الكبير وبيّنّا اختلاف
اقاويل اصحابنا في حال
الغيبة وكيف ينبغي ان
تعمل بالخمس وبيّنّا وجه
الصحيح فيها وما يجوز ان
يعمل عليه واضفنا ما
يحتاج الى معرفته من العلم
بكيفية التصرف في الضياع
التي تنقسم الى ما يختص
الامام وعلى ارض الانفال
وغيرها وما يختص هو
بالتصرف فيها وهي ارض
الخراج التي فتحت عنوة و
على اي وجه يجوز لنا التصرف
فيها۔ (استبصار جلد دوم ص ۲۵
طبع لکھنؤ)

ہم نے اس خمس کی بحث کو اپنی کتاب
کبیر (تہذیب) میں پورا بیان
کر دیا ہے۔ اور زمانہ غیبت امام
میں علماء کے اختلاف اقوال بھی
بیان کر دیئے ہیں۔ اور یہ بھی لکھ
دیا ہے کہ خمس پر کیونکر عمل کیا جائے
اور اس میں صحیح وجہ کیا ہے اور
کس بات پر عمل کرنا جائز ہے۔
اور ان چیزوں کا بھی اضافہ کر دیا
ہے جن کی معرفت ضروری ہے
مخصوص مال امام پر تصرف اور
اس کی تقسیم میں۔ اور انفال وغیرہ
کی زمین اور یہ کہ ان پر کون تصرف
کر سکتا ہے۔ یہ بھی بیان کر دیا ہے
اور یہ بھی کہ وہ زمین خراج ہے
جو جنگ کے بغیر حاصل ہو اور یہ
بھی کہ اس میں ہم کو تصرف کیونکر جائز ہے۔

(۷) شرائع الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

يجب ان يتولى صرف حصته

واجب ہے کہ موجودہ صنفوں میں

الامام فى الاصناف الموجودين من اليه الحكم بحق النيابة كما يتولى اداء ما يجب على الغائب۔ (شرائع الاسلام ص۲۴۲ طبع شاہی لکھنؤ)

سہم امام وہ تقسیم کرے جسے حق نیابت کا حکم ہے اسی طرح جیسے وہ ان امور کا ذمہ دار ہے جو غائب پر واجب ہیں۔

(۸) حاشیہ شرائع الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں:۔

المراد به الفقيه العدل الجامع الشرائط الفتوى لانه نائب الامام (حاشیہ شرائع الاسلام ص۲۴۲)

اس سے مراد وہ فقیہ ہے جو عادل ہو اور اس میں شرائط قوت فتوٰی موجود ہوں۔

(۹) صاحب منہاج الصالحین تحریر فرماتے ہیں:۔

النصف الراجع الى الامام عليه وعلى آبائه افضل الصلوٰة والسلام يرجع فيه فى زمان الغيبة الى نائبه وهو الفقيه العارف بمصارفه اما بالدفع اليه او بالاستئذان منه ومصرفه ما يوثق رضاه عليه السلام بصرفه

نصف خمس جو امام اور ان کے بزرگوں پر سلام ہو ان کا حصہ ہے اس میں زمانہ غیبت میں نائب امام کی طرف رجوع کی جائے اور وہ وہ فقیہ ہے جو اس کے مصارف جانتا ہو۔ خواہ اس کے سپرد کر دیا جائے یا اس سے اجازت حاصل کی جائے اور اس کا مصرف

فیہ کدفع ضرورات المومنین
من السادات زادھم اللہ
شرفاً وغیرھم۔ الاحوط
نیتہ التصدق بہ عنہ
علیہ السلام واللازم مراعاۃ
الاھم فالاھم ومن اھم
مصارفہ فی ھذا الزمان
الذی قل فیہ المرشدون
والمسترشدون اقامۃ
دعائم الدین ورفع اعلامہ
وترویج الشرع المقدس و
نشر قواعدہ واحکامہ
ومؤنۃ اھل العلم الذین
یصرفون اوقاتھم فی تحصیل
العلوم الدینیۃ الباذلین
انفسھم فی تعلیم الجاھلین
وارشاد الضالین ونصح
المؤمنین ووعظھم
واصلاح ذات بینھم ونحو

وہ ہے جس پر وثوق ہو کہ اس پر
امام علیہ السلام راضی ہیں جیسے
مؤمنین کی ضروریات پوری کرنا
سادات کرام زادہم اللہ شرفاً
ہوں یا غیر سادات احوط یہ ہے
کہ امام علیہ السلام کی جانب سے
تصدق کی نیت ہو۔ اور یہ ضروری
ہے کہ اہم مقصد پہلے پورا کیا جائے
اور اس کے اہم مصارف سے اس
زمانہ میں جبکہ ہدایت کرنے والوں
اور ہدایت پانے والوں کی کمی ہے
یہ ہے کہ دین کے ستون قائم کئے
جائیں اور اس کے علم بلند کئے جائیں
اور شرع مقدس کو رواج دیا جائے
اور اس کے قواعد و احکام کو نشر
کیا جائے اور ان اہل علم کا خرچ
پورا کیا جائے جو اپنا تمام وقت
تحصیل علوم دین میں صرف کرتے
اور جاہلوں کو پڑھاتے اور گمراہوں

ذالك مما يرجع الى اصلاح
بينهم وتكميل نفوسهم
وعلو درجاتهم عند ربهم
تعالىٰ ذاته وتقدست اسماءه
وما توفيقى الا بالله عليه
توكلت واليه انيب -
(منهاج الصالحين ص۲۳۶)

کو ہدایت کرتے اور ان کی اصلاح
وغیرہ کے لئے اپنے آپ کو وقف
کئے ہوئے ہیں جس سے ان کی
اصلاح وتکمیل نفوس اور خدا کے
نزدیک بلندی درجات حاصل ہوتی
ہے۔ بلند ہے اس کی ذات اور
پاک ہیں اس کے نام اور میری توفیق
صرف خدا کی جانب سے ہے اسی پر توکل ہے اور اسی کی طرف توجہ ہے

(۱۰) جواہر الکلام میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ومع الاغضاء عن ذالك
كله فيندفع جميع ما تقدم
بتسليمه الى الفقيه المامون
الذى هو وكيله على كل
ما كان يفعله من القسمة
ونحوها اذ احتمال قصر وكالته
على خصوص القضاء والفتوىٰ
كما فى الفائق ضعيف جدا
مناف لما عليه الاصحاب
فى سائر الابواب بل المعلوم

ان سب امور سے چشم پوشی کر کے اگر
خمس ایسے فقیہ عادل کے سپرد
کیا جائے جو ان تمام چیزوں میں
امام کا وکیل ہوتا ہے جو امام علیہ
السلام انجام دیتے تھے تو گذشتہ
تمام خدشے دور ہو جاتے ہیں یعنی
تقسیم خمس وغیرہ۔ اس لئے کہ مجتہد
کی وکالت کو صرف فیصلہ اور فتویٰ
میں منحصر سمجھنا جیسا کہ فائق میں ہے
بہت کمزور بات ہے اور اس

من ضرورة المذهب :
(جواہر الکلام جلد ۳ ص۱۵۵)

مسلک کے خلاف ہے جس پر تمام ابواب میں علماء شیعہ قائم ہیں۔ بلکہ ضرورت مذہب کے بھی منافی ہے۔

(۱۱) آقا محسن حکیم دام ظلہم العالی فرماتے ہیں :-

وكيف كان فلم يتضح ما يدل على تعيين صرف سهمه عليه السلام في جهة معينة فيشكل الصرف فيه الا ان يحرز رضاه عليه السلام بصرفه في بعض الجهات كما في زماننا هذا فانه يعلم فيه رضاه عليه السلام بصرفه في اقامة دعائم الدين ورفع اعلامه وترويج الشرع الاقدس ومؤنة طلبة العلم الذين يترتب على وجودهم اثرهم في نفع المؤمنين بالوعظ والنصيحة وبث الحلال والحرام وغير ذلك

جو کچھ بھی ہو۔ سہم امام کا مصرف معین کر دینے کی کوئی دلیل واضح نہیں ہے۔ کسی مخصوص اور معین جہت میں پس اس میں صرف کرنا بھی مشکل ہے سوائے اس کے کسی مصرف میں صرف کرنے پر امام علیہ السلام کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جانے کا اطمینان ہو جائے۔ جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں ہے اس لئے کہ یقین ہے کہ امام علیہ السلام اس پر ضرور راضی ہیں کہ اسے دین کی بنیادیں قائم کرنے اور اس کے جھنڈے بلند کرنے اور شرع اقدس کے رواج دینے اور ان طلبہ علم دین کے اخراجات پر صرف کیا جائے۔ کہ جن کے وجود سے

من الواجبات الدينية المسلم عنها اليوم اکثر المدینین والاحوط فیہ التصدق عنہ علیہ السلام کما عرفت۔ (مستمسک العروۃ الوثقی جلد ۶ ص ۶۴۷)

اہم اثرات والسنۃ بلکہ موقوف ہیں جیسے وعظ و نصیحت سے مومنین کو فائدہ حلال وحرام کے احکام کی نشر واشاعت وغیرہ جو واجبات دینیہ سے ہیں جن سے اکثر دیندار بھی محروم ہو گئے ہیں۔ اور اس میں احتیاط اسی میں ہے کہ امام علیہ السلام کی طرف سے تصدق قرار دیا جائے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔

(۱۲) ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی تحریر فرماتے ہیں :-

خمس کی رقم چھ حصوں پر تقسیم ہوتی ہے۔ نصف میں سے ایک حصہ خدا کا دوسرا رسول کا اور تیسرا امام کا ہے یہ تینوں حصے حق امام ہیں لیکن اس زمانہ میں جبکہ امام غائب ہیں کسی جامع الشرائط مجتہد کو دیا جائے تاکہ وہ حسب حکم شریعت خرچ کریں۔ دوسرے نصف کے تین حصے یتیم و مسکین و مسافر کا حق ہیں۔ جو شیعہ اور سید ہوں۔ الخ (تحفۃ العوام ص ۲۱۷)

کیا شیعوں پر خمس معاف ہے؟

چونکہ بعض احادیث میں شیعوں پر انفال یا خمس کی معافی کا ذکر ہے

اس لئے ممکن ہے کہ کوئی نافہم یہ سمجھ لے کہ امام نے شیعوں پر خمس خصوصاً زمانہ غیبت میں معاف فرما دیا ہے۔ اس لئے اب شیعوں کو خمس نکالنے کی ضرورت ہی نہیں رہی اور غیر شیعہ پہلے ہی سے خمس کے خلاف تھے تو گویا اب خمس کا دروازہ بند ہے۔

تو اس کا حل یہ ہے کہ خمس تو ہر مسلمان پر واجب ہے اور مجمل الفاظ میں وجوب خمس کا ہر مسلمان اعتراف بھی کرتا ہے۔ مگر خمس کے وہ اقسام جن پر روز قیامت تک خمس جاری رہ سکتا ہے اور رہیگا انشاء اللہ۔ ان پر صرف شیعوں کا ایمان ہے۔ رہا میدانِ جنگ سے لوٹ کا مال تو وہ صرف اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب جہاد ہو اور جہاد ہمیشہ نہیں ہوا کرتا۔ اور شیعوں کے مذہب میں اسلامی جہاد وہ ہے جو اذنِ رسول یا امام سے ہو۔ اور کفار سے ہو۔ تو ایسا جہاد آنحضرتؐ کے بعد کبھی نہیں ہوا۔ رہے برادرانِ اہل سنت تو انہوں نے خمس کا نام تو قائم رکھا ہے مگر ایک تو اسے مالِ جہاد سے مخصوص کر دیا جو کبھی کبھی ہوتا ہے ملاحظہ ہو

وقال الفقهاء الاربعة لايجب	اہل سنت کے چاروں امام کہتے
الا فی غنائم دار الحرب	ہیں کہ خمس میدانِ جنگ کی لوٹ
وخالفوا فی ذالك قوله تعالیٰ	کے سوا کسی مال پر واجب نہیں
واعلموا انما غنمتم (احقاق	ہے۔
الحق صفحہ)	

دوسرے یہ کہ ایک طرف انہوں نے مستحقین خمس کی فہرست سے خدا و رسول و

امام کے نام کاٹ دیئے اور دوسری طرف یتیم و مسکین و مسافر عام کر دیئے سادات ہوں یا غیر سادات۔ لہذا اب اگر شیعوں پر بھی خمس معاف کر دیا جائے تو کیا کفار خمس ادا کریں گے۔ اگر یہ صحیح ہو تو سادات کرام جن پر زکوٰۃ بوجہ صدقہ ہونے کے حرام ہے اگر خمس سے بھی ان کا انتظام نہ ہو تو ان کے مستحقین کی معیشت کا کیا حل ہے۔

جن احادیث کو پڑھ کر یہ شبہ ہوتا ہے انہیں اگر غور سے ملاحظہ کیا جائے تو یہ اشتباہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ خود ان میں اس کا حل موجود ہے۔ ان میں تصریح کر دی گئی ہے کہ انفال یا خمس کا کونسا حصہ اور کب معاف ہوتا ہے۔ اور کب معاف نہیں ہوتا۔

گذشتہ احادیث سے خصوصاً باب انفال میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیاں۔ دامن کوہ۔ شکم دریا جنگل اور صحراء اور لاوارث کا مال امام کی ملکیت ہیں۔ اور بلا اذن امام ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مگر امام نے شیعوں کے لئے ان کا استعمال جائز کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اہل دنیا نے یہ اموال جو امام کا حق ہے انہیں نہیں لینے دیئے۔ اور فرداً فرداً شیعوں کے لئے اجازت حاصل کرنا بہت دشوار تھا خصوصاً غیبت امام میں ناممکن ہے اور ان کے استعمال کے بغیر گذر بسر بھی ممکن نہیں۔ اسلام کی شریعت سہل ہے اس میں عسر و حرج نہیں ہے اس لئے ایسے اموال کے استعمال کی امام نے شیعوں کو اجازت مرحمت فرما دی۔

اسی طرح بلا اذن امام جہاد جائز نہیں ہے۔ اور اگر جائز ہوتا تو بھی کم از کم

اس میں سے خمس نکالنا واجب تھا۔ اور بہت سی احادیث اور فتاویٰ علماء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو جنگ بلا اذن امام کی جائے اس کی لوٹ کا سارا مال امام کا ہے۔ بہرحال آنحضرتؐ کے بعد امام کا حق کبھی انہیں ملا اور نہ اب تک دیا جاتا ہے۔ اور اس میں سے کچھ کنیزیں اور مال شیعوں کے حصے میں بھی آتے رہے یا وہ خرید و فروخت کرتے رہے چونکہ یہ مال امام تھا اس لئے اگر وہ اجازت نہ دیتے تو ان کا استعمال جائز نہ ہوتا اور ان کی نسلیں اور غذائیں ناپاک ہوتیں۔ اس لئے امام نے ایسے اموال کی اپنے شیعوں کو اجازت مرحمت فرمادی ہے۔ اور اس کا خمس معاف فرمادیا ہے تاکہ ان کی اولاد پاک ہو۔ جیسا کہ اس معافی اور اس کے مقاصد کی تشریح مندرجہ ذیل احادیث میں موجود ہے اور غیر شیعہ کو یہ حق اس لئے معاف نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہی تو اس حق تلفی کا باعث رہے اور ہیں اس لئے کہ ان میں یا وہ ہیں جو امام کی حق تلفی کرنے والے ہیں اور یا وہ ہیں جو اس فعل پر راضی ہیں۔

(۱) ثم قال امیر المؤمنین علیہ السلام لفاطمة علیہا السلام احلی نصیبک من الفیئ لاباء شیعتنا لیطیبوا ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام انا احللنا امهات

(۱) پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے فرمایا کہ فیئ میں جو آپ کا حصہ ہے وہ ہمارے شیعوں کے باپوں پر معاف کردیں تاکہ شیعہ پاک ہوجائیں۔ پھر امام جعفر صادقؑ نے

شیعتنا الاباء هم لیطیبوا (تهذیب ص۲۵۹)

فرمایا کہ ہم نے اپنے شیعوں کی ماؤں کو ان کے باپوں پر حلال کر دیا ہے تاکہ شیعہ پاک ہوجائیں۔

(۲) ان اشد الناس یوم القیامة ان یقوم صاحب الخمس فیقول یا رب خمسی وقد طیبنا ذالك لشیعتنا لتطیب ولادتهم (کافی جلد اول ص۵۴۷)

(۲) سب سے زیادہ سخت انسان پر بروز قیامت یہ ہوگا کہ صاحب خمس کھڑے ہو کر کہے گا کہ اے رب میرا خمس کہاں ہے۔ حالانکہ ہم نے یہ پاک کر دیا اپنے شیعوں کے لئے تاکہ انکی ولادت پاک ہوجائے۔

(۳) عن ابی عبد اللہ علیه السلام قال سمعته یقول الناس کلهم یضلّون فی فضل مظلمتنا الا انا احللنا لشیعتنا فی ذالك (استبصار ص۳۴ - من لا یحضره الفقیه ص۲۴۳)

(۳) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تمام انسان ہمارے مظلمہ کی وجہ سے گمراہ ہیں۔ مگر یہ کہ ہم نے اپنے شیعوں کیلئے اسے حلال کر دیا ہے۔

(۴) عن ابی جعفر علیه السلام قال قال امیر المؤمنین قال هلك الناس فی بطونهم وفروجهم لانهم لم یؤدوا

(۴) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ لوگ اپنے شکموں اور شرمگاہوں کے باعث ہلاک ہوگئے

الینا حقنا الا ان شیعتنا واماءهم فی حل (استبصار جلد ۲ ص۳۲)

اس لئے کہ انہوں نے ہمارا حق نہیں پہنچایا۔ البتہ ہمارے شیعوں پر ان کی کنیزیں حلال ہیں۔

(۵) عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعته یقول من احللنا له من ذالک شیئاً اصابه من اعمال الظالمین فهو له حلال وما حرمنا من ذالک فهو حرام (استبصار جلد ۲ ص۳۴)

(۵) امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ظالموں سے جو کچھ ملے اس میں ہم جو حلال کر دیں وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیں وہ حرام ہے۔

(۶) قال ابو عبد اللہ علیہ السلام من این دخل الناس الزنا قلت لا ادری جعلت فداک قال من قبل خمسنا اهل البیت الا شیعتنا الاطیبین فانه محلل لهم لمیلادهم (اصول کافی جلد ۱ ص۳۵۷)

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں میں زنا کہاں سے داخل ہوا۔ سائل نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم آپ پر فدا ہو جاؤں۔ فرمایا کہ ہم اہلبیت کے خمس کی وجہ سے۔ سوائے ہمارے پاک شیعوں کے اسلئے کہ ان پر حلال کر دیا گیا ہے تاکہ ان کی ولادت پاک ہو جائے

(۷) بالوجه فی الجمع بین هذه الروایات ما کان یذهب

(۷) ان روایات کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکلتا ہے جیسا کہ ہمارے شیخ

اليه شيخنا وهوانه ما ورد من الرخصة فى تناول الخمس والمتصرف فيه انما ورد فى المناكح خاصة للعلة التى سلف ذكرها فى الآثار عن الائمة عليهم السّلام لتطيب ولادة شيعتهم و لم يرد فى الاموال. وما ورد من التشديد فى الخمس والاستبداد به فيه فهو يختص الاموال (استبصار جلد ۲ ص ۳۴)

نے فرمایا ہے کہ جہاں جہاں خمس معاف کیا گیا ہے اور تصرف کی اجازت دی گئی ہے وہ صرف نکاحوں میں ہے ان احادیث کی بناء پر جن کا ذکر گذر چکا۔ جن میں ائمہ طاہرین علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہم نے شیعوں پر یہ اس لئے معاف کیا ہے کہ ان کی ولادت پاک ہو جائے۔ اور ایسی کوئی روایت مال کے بارے میں نہیں ہے اور جن روایات میں سختی سے خمس ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے وہ مال کے متعلق ہے۔

(۸) ثبت اباحة المناكح والمساكن والمتاجر فى حال الغيبة وان كان ذالك باجمعه للامام اوبعضه (شرائع الاسلام ص ۷۳)

(۸) ثابت ہے مباح ہونا نکاحوں اور گھروں اور تجارتوں کا حالت غیبت میں حالانکہ یہ سب یا اس کا بعض امام کا ہے۔

(۹) واما اباحة المناكح فقال

(۹) لیکن نکاحوں کا مباح ہونا پس

العلامة انه قول علمائنا
اجمع والمراد بها الجواری
التی تسبی من دار الحرب
فانه یجوز شراؤها ووطئها
وان کان باجمعها للامام اذا
کانت الغنیمة بغیر اذنه
او بعضها مع الاذن وفسرها
بعضهم بیمین السرائر
وهی الزوجة من الوجه وتوجه
الی المؤنة المستثناة فی الارباح
واما المساکن والمتاجر فالحقها
الشیخ وجماعة بالمناکح وفسر
المساکن بما یتخذ منها فیما
یختص بالامام من الارض
او من الارباح بمعنی انه
مستثنی من ارباح المساکن
فما زاد مع الحاجة ومرجع
الاول الی الانفال المباحة
فی زمن الغیبة (مسالک شرائع الاسلام
طبع شاہی ص ۲۳)

علامہ نے فرمایا ہے کہ یہ ہمارے تمام
علماء کا قول ہے اور اس سے مراد
وہ کنیزیں ہیں جو دار الحرب سے
قید کر کے لائی جائیں کیونکہ ان کا
خریدنا اور ان سے مباشرت جائز
ہے اگرچہ یہ سب امام کی ملکیت
ہیں۔ اگر اذن امام کے بغیر جنگ
ہوئی ہو اور ان میں سے بعض
امام کی ملکیت ہے اگر اذن امام
سے جنگ ہوئی ہو۔ اور بعض نے
اس کی تفسیر یمین سرائر سے کی ہے
اور وہ زوجہ ہے جو فائدہ سے
حاصل ہو۔ اور اس کا رجوع اس
خرچ کی طرف ہے جو فائدوں میں
مستثنیٰ ہے۔ لیکن مکان اور تجارت
پس ان دونوں کو شیخ نے اور
ایک جماعت نے نکاحوں سے ملا
دیا ہے اور مکان کی تفسیر ان عمارتوں
سے کی ہے جو اس زمین پر جو مخصوص

امام کی ہے بنائے جائیں یا امام کی ملکیت کے نفعوں سے بنائے جائیں اس معنی سے کہ وہ نفعے مستثنیٰ ہیں جبکہ ان کی حاجت ہو۔ پہلی صورت یعنی مخصوص امام کی زمین کا مرجع انفال ہیں جو زمانہ غیبت میں مباح ہیں

مذکورہ بالا احادیث اور کتب فقہ کے اس فیصلہ کے بعد ہر صاحب بصیرت اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل عبارتوں کا جو مرآۃ العقول علامہ مجلسیؒ اور جامع رضوی شرح شرائع الاسلام میں درج ہیں ان کا مقصد شیعوں پر خمس کی معافی ہے۔ یا وہی مقصد ہے۔ جو سابق میں بیان ہوا۔ یعنی انفال جن کے بغیر گذر بسر ممکن نہیں ہے وہ زمانہ غیبت میں معاف ہیں۔ یا چند وقتی اور مقامی مجبوریوں کی بناء پر معافی ملتی رہی ہے۔ جو اس وقت اور شخص سے مختص تھی۔

زمانہ غیبت میں انفال معاف ہیں
خمس معاف نہیں ہے

گذشتہ احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ اور مندرجہ ذیل عبارات بھی اس کی تائید کرتی ہیں:۔

(۱) قال المفید قدس سرہ بعد ایراد الاخبار من الجانبین فی المقنعۃ و اعلم ارشدک اللہ ان ما قدمتہ فی ھذا الباب من الرخصۃ فی تناول الخمس والتصرف فیہ انما ورد فی المناکح خاصۃ للعلۃ التی سلف ذکرھا فی الاثار عن الأئمۃ علیھم السلام لتطییب ولادۃ شیعتھم ولم یرد فی الاموال وما اخرتہ عن التقدم مما جاء فی

(۱) علامہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب مقنعہ میں طرفین کی حدیثیں جمع کرنے کے بعد فرمایا ہے۔ اور جان لو خدا تجھے ہدایت کرے۔ کہ میں نے قبل ازیں اداء خمس کی جس معافی کا ذکر کیا ہے وہ صرف نکاحوں میں ہے اس سبب سے جس کا ذکر ہو چکا۔ ان احادیث میں جو ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہیں تاکہ ان کے شیعوں کی ولادت پاک ہو جائے۔ مگر یہ حدیثیں مال کے بارے میں نہیں وارد ہوئیں۔

التشدید فی الخمس الاستبداد به فهو یختص الاموال انتھی - والشیخ نور اللہ مرقدہ ضم الی المناکح المساکن والمتاجر کما مر وحمل اخبار التحلیل علیھا ولا بأس (مرآۃ العقول جلد ا ص ۴۴۹)

اور خمس ادا کرنے کی تاکید میں جن روایتوں کو میں نے اعتبار کیا ہے وہ اموال سے مخصوص ہیں - اور شیخ نور اللہ مرقدہ نے نکاحوں کے ساتھ مکانات اور تجارتوں کو بھی شامل کر دیا ہے جیسا کہ گذرا - اور حلت کی حدیثیں اس پر بھی حمل کی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے -

(۴) ثابت است در مذہب امامیہ اباحت مناکح و مساکن و متاجر در حال غیبت امام - ہر چند آنہا تمام مالِ امام باشد یا امام را ہم دراں حق باشد واجب نیست اخراج حق اصناف موجودہ از مستحقان خمس کہ مذکور شدہ اند ازایں اشیاء و مناکح را تفسیر کردہ اند بہ کنیزد در حال غیبت کہ از کفار حربی گرفتہ باشند ہر چند بقولے

(۴) مذہب امامیہ میں غیبت امام کے زمانہ میں نکاح و مکان و تجارت کا مباح ہونا ثابت ہے اگرچہ وہ سارا کا سارا مالِ امام ہے یا اس میں امام کا حق بھی ہے - ان چیزوں میں سے مستحقین خمس کا حق جو موجود ہوں نکالنا واجب نہیں ہے اور نکاح کی تفسیر کی ہے کنیزوں سے جنہیں حالت غیبت میں کفار حربی سے لیا ہو - اگرچہ

تمام غنیمت ماخوذ بغیر اذن امام
تعلق با مام دارد و بقولے در خمس
آن شریک است امام لیکن در
غیبت امام برائے شیعہ امامیہ
مباح است تصرف در آنہا و ہمچنیں
آنچہ حاصل آید از مؤنہ سال
از ارباح تجارات و زراعات و
غیر آں کہ دراں خمس است و حق
امام ہم تعلق بخمس آں می گیرد در
حال غیبت امام اگر ازاں مباح
حاصلہ مہر زنانِ خود بکنند بدون
اخراج خمس مادام کہ بحدِ اسراف
نرسد نسبت بحال متصرف برایں
طائفہ حلال است نہ بہ غیر آنہا ۔
و مساکن تفسیر کردہ اند آنچہ خریدہ
شود از اراضی انفال و ہمچنیں
آنچہ از مساکن خریدہ شود از مال
کہ اخراج خمس ازاں واجب است
پیش از اخراج خمس ۔ یا مساکنے

ایک قول کی بناء پر تھا۔ وہ مال جو
بلا اذن امام کفار سے لیا جائے
وہ مالِ امام ہے اور ایک قول
کی بناء پر اس کے خمس میں امام
شریک ہیں لیکن غیبت امام میں
یہ شیعہ امامیہ کے لئے مباح ہے کہ
اس میں تصرف کریں اور اسی طرح
جو سال میں حاصل ہو۔ تجارت و
زراعت وغیرہ کے نفعوں سے کہ جس
پر خمس واجب ہے۔ اور اس خمس سے
حق امام کا بھی تعلق ہے۔ غیبت
امام میں ان فائدوں سے اپنی
بیویوں کے مہر خمس ادا کرنے سے
قبل دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ حدِّ
اسراف تک نہ پہنچے۔ متصرف کی
حیثیت اور شان کے لحاظ سے
تو ان لوگوں پر حلال ہے ان کے
غیروں پر حلال نہیں ہے اور
گھروں کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو زمین

که در حال غیبت بغیر اذنِ امام
از کفار حربی گرفته باشند و آنہا
تماما بقولے مالِ امام است و
بقولے در خمس آنہا شریک است
امام آں ہمہ برائے شیعہ امامیہ
مباح است و واجب نیست که
ازاں اخراج خمس کنند و متاجر را
تفسیر کرده اند بخریدن اموال که
در آنہا خمس باشد که واجب نیست
بر مشتری که اخراج خمس آنہا نماید
ولیکن ہرگاه در آنہا فائده حاصل
شود دراں خمس است۔ و تمام
انفال در غیبت امام مانند اراضی
موات و آجام و معادن و شجر و
نباتات مالِ امام برائے شیعیان
امامیہ مباح است و سند آں
احادیث مستفیضه صحیح است که در
کتب احادیث مفصل مذکور است (۱)

(۱) جامع رضوی شرح شرائع الاسلام کتاب الخمس

انفال خریدی جائے اسی طرح وہ
مکان جو اس مال سے خریدے
جائیں کہ جن سے اخراج خمس واجب ہے
اخراج خمس سے قبل۔ یا وہ مکانات
جو حالت غیبت امام میں بغیر اذن
امام کے کفار حربی سے لئے ہوں
اور یہ سب ایک قول کی
بنا پر مال امام ہیں اور دوسرے
قول کی بنا، پر امام ان کے خمس
میں شریک ہیں یہ سب قسمیں شیعہ
امامیہ کے لئے مباح ہیں اور واجب
نہیں ہے کہ ان سے خمس نکالیں۔
اور تجارت کی تفسیر کی ہے ان
مالوں کی خرید سے جن پر خمس واجب
تھا مگر اب خریداروں پر ان کا
خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے
لیکن جب خریداروں کو ان میں
فائدہ حاصل ہو تو اس سے خمس
ادا کرنا واجب ہے۔ اور تمام

انفال غیبت امام میں مثل غیر آباد زمینوں صحراؤں۔ کانوں درختوں اور نباتات کے یہ سب مال امام ہے اور شیعوں پر مباح ہے۔ اور اس کی دلیل وہ کثیر احادیث ہیں جو مفصل کتب حدیث میں موجود ہیں ۞

ان ہر دو عبارات سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہو گیا کہ شیعوں کو مال انفال معاف کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ امام کے دشمنوں نے ان کو نہیں دیا۔ اور شیعوں کی بسر اوقات ان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اسلام میں عسر و حرج نہیں ہے۔ وہ مال جو بلا اذن امام کفار سے جنگ کر کے حاصل کیا جائے۔ وہ بھی انفال ہے۔ اور مالِ امام ہے اس لئے اسے بھی معاف کر دیا گیا۔ لیکن ہمارے ہاتھوں میں آنے کے بعد جس مال سے فائدہ حاصل ہو اس پر اب بھی سال کے بعد خمس واجب ہے اور اس سے ان احادیث کا مطلب بھی سمجھ میں آ سکتا ہے جو اکثر خمس کی معافی کے لئے پیش کی جاتی ہیں۔

خمس کی معافی کی حقیقت

(۱) ان الناس کلھم یعیشون فی فضل مظلمتنا الا انا احللنا الشیعتنا من ذالک (من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۲۰)

(امام محمد باقرؑ)

(۱) تمام لوگ ہمارے مظلمہ میں بسر کر رہے ہیں۔ مگر ہم نے یہ اپنے شیعوں پر حلال کر دیا ہے۔

(٢) ان اشد ما فيه الناس يوم القيامة ان يقوم صاحب الخمس فيقول يا رب خمسي وقد طيبنا ذالك لشيعتنا لتطيب ولادتهم (من لايحضره الفقيه ص١٢)

(۲) روز قیامت سب سے زیادہ لوگ جس مصیبت میں مبتلا ہونگے وہ یہ ہے کہ صاحب خمس کھڑے ہو کر کہے گا کہ پالنے والے! میرا خمس کہاں ہے حالانکہ ہم نے اپنے شیعوں پر حلال کر دیا ہے کہ ان کی ولادت پاک ہو جائے۔

(٣) فقام ابو عبد الله يمر فقبيه على ركبته ثم اشار بيده ثم قال هي والله الافادة يوما بيوم الا ان ابي جعل شيعته في حل ليزكوا (الاصول الكافي ص٣٥٦)

(۳) پس امام گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور گھٹنوں پر پھر اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ خدا کی قسم روز روز کا فائدہ ہے۔ لیکن یہ کہ میرے باپ نے اپنے شیعوں پر وہ حلال کر دیا ہے تاکہ وہ پاک ہو جائیں۔

(٤) عن يونس بن يعقوب قال كنت عند ابي عبد الله عليه السلام فدخل عليه رجل من القماطين فقال جعلت فداك تقع في ايدينا الارباح والاموال وتجارة

(۴) یونس بن یعقوب کہتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ان کے پاس ایک شخص قماطین سے حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ ہمارے ہاتھوں

فصرت ان حقك فيها ثابت
وانا عن ذالك مقصرون
فقال ما انصفناكم ذالك
اليوم (من لا يحضره الفقيه
ص ۱۲۰ - استبصار جلد اول ص ۳۴)

میں منافع اور مال اور وہ تجارت
آتی ہے جن کے بارے میں ہم جانتے
ہیں کہ ان میں آپ کا حق ثابت ہے
پھر بھی ہم مجبوراً نہیں پہنچا سکتے
فرمایا کہ اگر اب بھی معاف نہ کریں
تو آج کے دن ہم نے تم سے انصاف ہی نہ کیا۔

ان احادیث کا حل ان کے محل اور موقع سے واضح ہے :۔

حدیث اوّل ۱ میں ظاہر ہے کہ وہ انفال جو سب کا سب امام کا مال ہے۔ مگر نہ ان کے دشمنوں نے ان کو لینے دیا اور نہ دوست اس سے بچ سکتے ہیں وہ امام نے اپنے شیعوں پر معاف فرما دیا۔ اور باقی لوگ اپنے مظلمہ میں گرفتار ہیں اور رہیں گے اس لئے کہ خود کردہ را علاجے نیست ظالم خود ظالم ہیں اور ان کو ماننے والے ظالموں کے مددگار ہیں۔

حدیث دوم ۲ میں چونکہ امام خمس کے سب سے بڑے حصہ دار اور مالک ہیں۔ اس لئے خمس کو انہی کی طرف منسوب فرما دیا گیا ہے۔ اور اس سے مراد وہ مال ہے جو بلا اذن امام جنگ کر کے کفار سے حاصل ہو۔ اگر وہ حصہ دار ہیں تو بھی اور اگر کل کے مالک ہیں تو بھی انہوں نے اسے اپنے شیعوں پر معاف فرما دیا۔ تاکہ ان کی نسل پاک چلے۔

حدیث سوم ۳ میں اس خمس کی معافی کا ذکر فرمایا ہے جس کا خطرات زمانہ کی وجہ سے پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اور اس لئے معاف فرما دیا کہ نسل پاک

چلے - اور یہ تو پانچویں امام نے معاف فرمایا تھا - زمانہ غیبت کی معافی سے اس کا کیا تعلق ہے - اگر گذشتہ اماموں نے بھی خمس معاف فرما دیا تھا تو پھر خمس کا قصہ ہی ختم ہے -

حدیث چہارم میں بھی ان اموال کا ذکر ہے جو ان کے شیعہ پہنچانا چاہتے تھے مگر زمانہ کی رکاوٹوں نے انہیں مجبور کر دیا تھا - جیسا کہ حدیث کے الفاظ خود اس پر شاہد ہیں - اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے خمس کی تمام قسمیں شیعوں پر معاف فرما دی تھیں تو پھر وہ کونسا خمس ہے جو شیعہ امام تک پہنچاتے رہے - اور اس بارے میں مسئلے دریافت کرتے اور ان پر عمل کرتے رہے - اور امام انہیں تاکید فرماتے رہے - اس لئے کہ اسلامی جہاد تو بند تھا - جو جنگ تھی وہ بلا اذن امام تھی - اس لئے کہ نہ وہ جنگِ جہاد تھی اور نہ اس کی لوٹ کا مال مالِ غنیمت - بلکہ وہ انفال ہے - اور سب کا سب امام کا مال ہے -

بہر حال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام نے شیعوں کو خمس معاف کر دیا تھا - تو ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں بشرط ثبوت عذر نہ ہوگا - مگر اس کا یہ مطلب ضرور نکلے گا کہ قیامت تک کے لئے سادات کے واسطے دروازہ بند ہے - اس لئے کہ ان پر زکوٰۃ حرام ہے اور خمس معاف ہو چکا - کہنے والوں کے خیال ہیں -

لیکن اگر دین اسلام قیامت تک ہے اور سادات بھی قیامت تک رہیں گے تو جس طرح زکوٰۃ قیامت تک رہے گی اسی طرح خمس بھی قیامت

تک رہے گا۔

اس کا حل علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے اور واضح ہوجاتا ہے

والمسئلۃ فی غایۃ الاشکال اذ اباحۃ بعض الائمۃ علیھم السلام فی بعض الازمنۃ لبعض المصالح لایدل علی السقوط فی جمیع الازمان مع انہ قد دلت الاخبار کثیرۃ علی انھم لم یجیزوا ذالک۔ (مرآۃ العقول جلد اول ص۴۴۶)	اور خمس مباح ہونے کا مسئلہ بہت مشکل ہے کیونکہ بعض ائمہ علیہم السلام کا بعض مصالح سے بعض زمانوں میں کچھ افراد کو خمس معاف کر دینا تمام زمانوں میں خمس معاف ہوجانے پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ بکثرت احادیث اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ انہوں نے خمس معاف نہیں فرمایا۔

خمس کی معافی کی کوشش

اور

اُس کا انجام

مذکورہ بالا احادیث یا ان کے امثال جو اپنے اپنے موقع کے مشکلات حل کرنے کے لئے فرمائے گئے ہیں اور بالکل درست ہیں بشرطیکہ ان کا محل و موقعہ اور مطلب سمجھ میں آجائے۔

اگر ان کا یہ نتیجہ نکالا جائے کہ ائمہ طاہرین علیہم السّلام نے اپنے تبعوں کو خمس معاف فرما دیا۔ حالانکہ جب قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا تو خمس معاف کرنے کا کسے اختیار حاصل ہے۔ یا یہ کہا جائے۔ کہ غیبت کے زمانہ میں خمس معاف ہے۔ یعنی غیبت امام کی مصیبت کیا کم تھی کہ سادات خمس سے بھی محروم ہو جائیں۔

بہر حال یہ کوشش ویسی ہی ہے۔ جیسے برادران اہل سنت نے اور آجکل بعض ناسمجھ شیعوں نے مال غنیمت کو صرف میدان جنگ کی لوٹ میں منحصر کر کے خمس کے سارے دروازے بند کر کے سادات کو ہمیشہ کے لئے ان کے حق سے محروم کر دیا ہے اور ملت حق کے کسی اہم عقدہ کے حل کے لئے کوئی راہ نہیں چھوڑی ہے۔

یعنی جب خمس ہی نہ رہے گا تو سادات خواہ گھر میں ہوں یا مدارس دینی میں تعلیم لیتے یا تعلیم دیتے ہوں۔ ان کی کفالت کا ذریعہ ختم ہو جائیگا اور مذہب کے سب سے بڑے ادارہ یا عزت خاندان کے ضعف و کمزوری کا اثر مذہب اور اہل مذہب پر پڑنا ناگزیر ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے۔ تو ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے کہ مسجدیں بے نماز اور دینی درسگاہیں بے چراغ اور منبر بے واعظ رہ جائیں۔ اور مذہب چند جاہلوں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر رہ جائے۔ وہ جدھر چاہیں اس کی باگ موڑ دیں۔ اس لئے کہ مذہب و اہل مذہب اور اعمال و احکام مذہب کا دارو مدار ہی علم پر ہے۔ بنیاد بھی علم نے رکھی۔ اور بقاء بھی اسی کے ذریعہ سے رہ سکتی ہے۔ اس لئے اگر علم و تعلیم کی بنیاد اکھڑ جائے۔ تو مذہب کا نام رہ جائے تو رہ جائے۔ حقیقت مذہب قائم نہیں رہ سکتی۔ وجوب خمس و زکوٰۃ کے مقاصد میں بے شک حاجتمندوں کی حاجت برآری بھی ہے مگر جو محتاج علم دین پڑھے یا پڑھائے کیا وہ حاجت مندوں کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے۔ حالانکہ تعلیم و تبلیغ مذہب سب سے زیادہ اہم مقاصد میں سے ہے۔ خمس و زکوٰۃ کا یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ ایک گروہ مستقل طور پر خمس یا زکوٰۃ کا مستحق بنا رہے۔ اور اس کے سہارے جیئے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ اتفاقاً جو حاجتمند ہو جائیں انہیں اتنا دلایا جائے کہ وہ ایک سال تک حاجت مند

نہ رہیں۔ مگر تعلیم و تبلیغ وہ فرائض ہیں جنھیں مستقل طور پر اور مسلسل قائم رہنا چاہیئے۔ اگر علم دین اور اس کی تحصیل خدمت دین ہے۔ خدا و رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السّلام اس سے راضی ہوتے ہیں۔ بلکہ طلب علم ہر مسلم و مسلمہ پر واجب ہے اور یہ فعل ناجائز نہیں ہے۔ تو اس پر خمس و زکوٰۃ کا صرف کرنا بھی ایک مناسب مقدار کے ساتھ جس سے کسی حقدار کی حق تلفی بھی نہ ہونے پائے۔ اور ہر شے اپنے محل پر اور بقدر ضرورت صرف ہو جائز ہے۔ البتہ اگر تعلیم و تعلّم جائز نہیں ہے۔ تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

اسلام نے فیئ اور انفال اور خمس و زکوٰۃ کے دروازے اسی لئے کھولے تھے۔ کہ تمام مذہبی و ملّی و قومی و ملکی ضروریات اس کے ذریعہ انجام پاتے رہیں۔ اور اگر اسلام کے اصلی تاجدار سربرآوردہ حکومت ہوتے تو دنیا ان کے عمل سے یہ سب کچھ دیکھ لیتی۔ مگر مثل مشہور ہے کہ مالا یُدرک کلّہٗ لا یُترک کلّہٗ۔ جو سب نہ مل سکے وہ سب چھوڑا بھی نہیں جا سکتا۔ اب صرف خمس و زکوٰۃ رہ گئے ہیں اگر یہ بھی اس طرح ادا ہوتے رہیں جیسے حکم خدا ہے تو اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

چندے وغیرہ جن کا رسم چل پڑا ہے۔ یہ خدا کے مقرر کردہ

طریقے نہیں ہیں۔ جنھیں خدا کے مقرر کردہ طریقوں کے مقابلہ میں لایا جائے۔ یا ان سے مقدم کر دیا جائے۔ بلکہ ان کی نوبت تو اس لئے آتی ہے کہ قوم کے ذمہ دار افراد کو اپنے اسلامی و شرعی فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس بہت کم ہے اور آج کل ایسے افراد بہت کم ملتے ہیں جو خدا و رسول و ائمہ معصومین علیہم السلام کے حکم کے مطابق اپنے فرائض یعنی خمس و زکوٰۃ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر ساری قوم کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا۔ اور ہر ذمہ دار اپنے فرائض ادا کرتا رہتا تو مدارس کیا بلکہ تمام وہ مذہبی و قومی ضروریات جن کی آج قوم کو ضرورت ہے وہ سب انجام پا سکتے تھے۔ اور ایسے حالات پیدا کئے جا سکتے تھے کہ قوم کا نہ کوئی یتیم حاجت مند رہتا اور نہ مسکین اور مسافر۔ چندوں کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اس لئے کہ چندے کے کام برائے چندے ہی ہوتے ہیں۔

رہا خیرات و داد و دہش تو یہ ایک خیر جاری ہے۔ جس کی کوئی حد نہیں۔ دفعہ ہو یا مہر۔ صلہ رحم ہو یا عطا۔ یہ وہ اعمال ہیں جو ستارے بن کے چمکتے ہیں۔ مگر خیرات اور موجودہ عہد کے چندوں اور ان کی وصولی کے طرز و طریقہ میں بہت فرق ہے۔ جو ارباب بصیرت اور معرفت سے مخفی نہیں ہے۔ اس لئے چندوں کی اپیل

کرنے کے بجائے ہمیں زیادہ سے زیادہ یہ کوشش کرنا چاہیے کہ سب موالیان اہل بیت کرام علیہم السّلام خمس اور زکوٰۃ کے پابند ہوجائیں۔ تاکہ ان کے مکاسب بھی پاک اور حلال ہوجائیں۔ اور قوم کے شخصی اور اجتماعی ضروریات بھی بآسانی حل ہوتے رہیں اس سے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ اگر غذا۔ لباس اور تمام مستعملہ چیزیں پاک ہوگئیں تو انشاء اللہ قوم کا ہر قول و فعل بھی صحیح اور پاک ہوجائے گا۔ ان کے کردار کی بلندی اور نفوس کی پاکبازی خود شہادت دے گی کہ وہ موالیانِ اہل بیت ہیں۔ اسی لئے معصوم نے فرمایا تھا۔

کونوا لنا زینا ولاتکونوا لنا شینا۔ ہمارے لئے زینت بن جاؤ میل نہ بنو۔

علماء عراق و ایران و ہند و پاک کے فتوے

خمس کے بارے میں

وہ علماء کرام و مجتہدین عظام اور وہ فقہاء اور افاضل جنہوں نے مذہب شیعہ کی اعلیٰ ترین درسگاہوں میں علم دین حاصل کرکے اپنی عمریں اصولِ دین و فروعِ دین کی تحقیق و تدقیق اور تبلیغ و اشاعت میں صرف کردیں جن کے قلمی و

لسانی جہاد پر آج دین کی عمارت قائم ہے جن کے فیوض و برکات ہزاروں گمراہوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتے رہے اور عوام کیا بلکہ اہل علم کی رہبری کرتے رہے اور کرتے رہتے ہیں جنہوں نے کسی مسئلہ پر اس وقت تک قلم نہیں اٹھایا۔ جب تک خلوص نیت کے ساتھ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی تحقیق نہیں کر لی۔ اور وہ لو وار دشیعہ بھی نہیں ہیں کہ ان کے متعلق یہ خیال کیا جاسکے کہ شاید انہیں کوئی مسئلہ معلوم ہو اور کوئی معلوم نہ ہو۔ نہ انہیں خدا و رسول اور ائمہ طاہرین علیہم السلام یا دینِ خدا اور شریعت حقہ سے ضد ہے۔

ایک مومن مخلص نے خمس کے بارے میں ان سے چند سوالات کئے ہیں انہوں نے جو جوابات ارسال فرمائے ہیں وہ بھی درج کئے جاتے ہیں تاکہ یہ بھی سمجھ میں آجائے کہ مذہب شیعہ کے مایۂ ناز اور سرمایۂ افتخار علماء جو آج عراق و ایران و ہند و پاک میں روحانی حاکم اور ہر خاص و عام کا مرجع ہیں انہوں نے خمس کے بارے میں کیا سمجھا ہے اور کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو۔

اس کے علاوہ آخر میں ایک اہم استفتاء خمس کے بارے میں درج ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے فروعی شکوک خمس کے بارے میں رفع ہو جائیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ؕ